لِّیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ؕ

القران الحکیم ۱۲:۶۵

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

النور

نبوّت - فتح ۱۳۹۰ ہش
نومبر - دسمبر ۲۰۱۱ء

Commemoration of Sierra Leone's 50th Independence Anniversary
at Baitur Rahman Mosque, Silver Spring, MD

Muslims who believe in the Messiah,
Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as]

Scenes from Humanity First Gift of Sight Eye Camp, October 2011, Guatemala

ABOVE: GIFT OF SIGHT TEAM. Seated (L to R): David Gonzalez, Mario Gonzalez, Mr. Abdul Sattar Khan, Idrees Aziz; Standing (L to R): Luis Boche, Faiz Ahmad, Tahir Ahmad, Dr. Agustin Rodriguez Belli, Awais Ahmad, Juan Nunez, Dr. Saqib Ali, Dr. Ahsan Khan, Shafat Sirajee; (Not pictured - Aliya Latif, Dr. Amna Malik, Alissa Constable, Saifra Khan)

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

النـــــور

(2:258)

نومبر۔دسمبر 2011

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡۤا اَنۡصَارَ اللّٰہِ

(الصف :15)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو!
اللہ کے انصار (مددگار) بن جاؤ۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 63}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com
OR
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

قرآن کریم

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْآ اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ○ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ○ۙ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ○ۚ

(الانبیاء:69-71)

(اس پر وہ غصہ میں آ کر) کہنے لگے اس شخص کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو، اگر تم نے کچھ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ تب ہم نے کہا اے آگ! تُو ابراہیمؑ کے لئے ٹھنڈی بھی ہو جا اور اُس کیلئے سلامتی کا باعث بھی بن جا۔ اور انہوں نے اس سے کچھ برا سلوک کرنا چاہا مگر ہم نے اُن کو ناکام بنا دیا۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ :

''معلوم ہوتا ہے کہ کسی غیبی سامان یعنی آندھی یا بارش وغیرہ سے آگ بجھا دی گئی تھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اے آگ! ٹھنڈی ہو جا۔ یہ نہیں فرماتا کہ اے آگ جلا نہیں۔ درحقیقت ایمان بالغیب کے قیام کیلئے بھی ایسے ہی طریق کی ضرورت ہوتی ہے جس میں ایک حد تک اخفاء کا بھی پہلو ہو۔ ورنہ ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس واقعہ میں بھی محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایک بڑی مماثلت ہے قومِ ابراہیمؑ نے کہا تھا اس کو جلا دو۔ اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ گویا وہ سمجھتے تھے کہ معبودوں کی مدد کا کوئی راستہ کھلا ہے۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم نے آپ کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ انکو قید کر دو یا قتل کر دو یا اپنے شہر سے جلا وطن کر دو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ○ (الانفال 8:31) یعنی اسوقت کو بھی یاد کرو جبکہ کفار تمہارے متعلق یہ منصوبے کر رہے تھے کہ وہ تجھے قید کر دیں یا قتل کر دیں یا تجھے اپنے وطن سے باہر نکال دیں۔ اور وہ اس کے متعلق بڑی بڑی تدبیریں سوچ رہے تھے مگر اس کے مقابلہ میں خدا بھی اپنی تدبیر کر رہا تھا۔ اور خدا تعالےٰ سے بہتر اور کون تدبیر کرنے والا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو مکہ والوں نے لڑائی کی آگ متواتر دس سال رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف جلائی مگر ناکام رہے اور وہی لڑائیاں جو محمدؐ رسول اللہ کے جلانے کیلئے کی گئی تھیں۔ محمدؐ رسول اللہ کی ترقی اور کامیابی کا موجب ہوئیں اور آخر محمدؐ رسول اللہ فاتحانہ رنگ میں مکّہ میں داخل ہوئے اور پرانے سے پرانے دشمن آپکی بیعت کرنے

کیلئے آئے۔ ہندہ کے متعلق آپ نے کہا تھا کہ چونکہ اُس نے مسلمانوں کے مروانے میں بڑا حصہ لیا ہے اُسے قتل کر دیا جائے وہ چادر اوڑھ کر دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر بیعت کرنے کیلئے آ گئی۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتو! وعدہ کرو کہ ہم شرک نہیں کریں گی تو ہندہ جو بڑی جوشیلی عورت تھی تڑپ کر بولی۔ یارسول اللہ! کیا اب بھی ہم شرک کریں گی آپ اکیلے تھے اور ہمارے بُت اور سب عرب والے ہمارے ساتھ تھے پھر بھی ہم ہار گئے۔ اور آپ جیت گئے۔ ہم ایسے بیوقوف نہیں کہ اب بھی سمجھیں کہ بُتوں کے ہاتھ میں کوئی طاقت ہے۔ دیکھو محمدؐ رسول اللہ کی فتح نے مشرکوں کو کیسا مایوس کر دیا تھا۔ جبکہ ابراہیمؑ کے دشمن آخر تک کہتے رہے کہ آؤ اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔

اس جگہ اس امر کی وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس بُت خانہ کے بُت توڑے تھے وہ کسی دوسرے کا نہیں تھا بلکہ اُن کا اپنا خاندانی بُت خانہ تھا اگر وہ دوسروں کا ہوتا تو اس کا توڑنا اُن کیلئے جائز نہ ہوتا۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کے خاندان کا اپنا بُت خانہ تھا اور انہیں ورثہ میں ملا تھا اور چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بچپن سے ہی شرک سے سخت نفرت رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس بُت خانہ کو جو اُن کی آمدنی کا ایک بڑا بھاری ذریعہ اور ملک میں اُن کی عزت اور نیک نامی کا باعث تھا۔ توڑ دیا۔ جب انہوں نے بتوں کو توڑا تو سارے ملک میں ایک شور مچ گیا۔ بادشاہ کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا گیا۔ ملک کے دستور اور بادشاہ کے قوانین کے مطابق اس فعل کی سزا جلا دینا تھا۔ یہ ایک پرانی رسم تھی کہ جو بتوں کی ہتک کرتا اُسے جلا دیا جاتا تھا۔ کیونکہ بتوں کی ہتک کرنا ارتداد سمجھا جاتا تھا اور ارتداد کی سزا پرانے زمانہ میں یا تو جلانا تھی یا سنگسار کرنا۔ چنانچہ یورپ میں جب پراٹسٹنٹ عقیدہ کے عیسائی پیدا ہوئے تو انہیں مرتد قرار دے کر آگ میں جلایا جاتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں ایشیا میں سنگسار کرنے کا رواج تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ بتوں کو توڑنے کی وجہ سے یہ سزا تجویز ہو گی۔ مگر خدا تعالےٰ چاہتا تھا کہ اپنا نشان دکھائے۔ آخر ان لوگوں نے آگ جلائی اور اُس کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈال دیا۔ لیکن عین اس موقعہ پر بادل آیا جس نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس میں سے صحیح سلامت نکل آئے۔ چونکہ بُت پرست بہت وہمی ہوتے ہیں۔ اس لئے جب ادھر انہوں نے آگ جلائی اور اُدھر بادل آ گیا اور آگ بجھ گئی تو انہوں نے سمجھا کہ خدا کی مشیت یہی ہو گی اس لئے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ دیا۔''

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بھی بچپن میں فوت ہو گئے تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد بھی آپ کی پیدائش سے پہلے فوت ہو گئے تھے اور دونوں کو اُن کے چچاؤں نے پالا تھا جو دونوں مشرک تھے۔ دونوں نے اپنے چچاؤں کو توحید کی تبلیغ کی مگر دونوں نے توحید کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ دونوں نبی توحید پر بڑی مضبوطی سے قائم تھے اور دونوں علیٰ وجہ البصیرت خدا تعالیٰ کو خالقِ ارض و سما سمجھتے تھے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی بُت توڑے۔ جب اُن کی قوم کے لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے تھے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بُت توڑے جبکہ دوپہر کا وقت تھا اور کعبہ کے پاس تمام لوگ جمع تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اُسے آپ سارے مکّہ والوں کے سامنے بتوں پر مارتے اور انہیں گراتے جاتے تھے اور کسی کی مجال نہیں تھی کہ وہ اُف بھی کر سکے (تاریخ الحلبیہ جلد3) ابراہیمؑ بے شک بڑا آدمی تھا مگر کتنا فرق ہے ابراہیمؑ میں اور میرے محمدؐ میں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ کُلِّ ذَرَّۃٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ بَلْ اَکْثَرَ۔''

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 530-532)

۔۔۔۔ احادیثِ مبارکہ ۔۔۔۔

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَاھِدُوْا الْمُشْرِکِیْنَ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَاَلْسِنَتِکُمْ۔

(ابو داؤد کتاب الجہاد باب کراھیة ترک الغزو صفحہ 339/1)۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مشرکوں سے اپنے اموال اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد کرو۔

☆......☆......☆......☆

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاھِرِیْنَ عَلٰی مَنْ نَّاوَاھُمْ حَتّٰی یُقَاتِلَ اٰخِرُھُمُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ۔

(ابو داؤد کتاب الجہاد فی دوام الجہاد)۔

حضرت عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق کیلئے اپنے مذہبی دشمنوں سے لڑتا رہے گا یہاں تک کہ آخری گروہ مسیح دجال سے لڑے گا۔

☆......☆......☆......☆

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَفْضَلُ الْجِھَادِ کَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ۔

(ترمذی کتاب الفتن باب افضل الجہاد)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق اور انصاف کی بات کہنا ہے۔

☆......☆......☆......☆

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِیَّاکُمْ وَالظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَھْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَمَلَھُمْ عَلٰی اَنْ سَفَکُوْا دِمَآئَھُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَھُمْ۔

(مسند احمد صفحہ 323/3)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں بن کر سامنے آئے گا۔ حرص، بخل اور کینہ سے بچو کیونکہ حرص، بخل اور کینہ نے پہلوں کو ہلاک کیا' اس نے ان کو خونریزی پر آمادہ کیا اور ان سے قابل احترام چیزوں کی بے حرمتی کرائی۔

☆......☆......☆......☆

ارشاداتِ عالیہ بانئ جماعت احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس کے بغیر ایمان، ایمانِ کامل ہوتا ہی نہیں۔ پس جو چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو پاوے اسے چاہیئے کہ وہ ہر ایک ابتلا کیلئے تیار ہو جاوے۔ تم نے اس وقت خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ۔ ہر ابتلا اور امتحان میں پورے اترنے کیلئے کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی توفیق اور مدد چاہو تو میں تمہیں یقیناً کہتا ہوں کہ تم صالحین میں داخل ہو کر خدا تعالیٰ جیسی عظیم الشان نعمت کو پاؤ گے اور ان تمام مشکلات پر فتح پا کر دارالامان میں داخل ہو جاؤ گے۔

''اور اس سے آگے فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ (العنکبوت:11) اور بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زبانی تو ایمان کے دعوے کرتے ہیں اور مومن ہونے کی لاف و گزاف مارتے رہتے ہیں لیکن جب معرضِ امتحان وابتلا میں آتے ہیں تو اُن کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ اس فتنہ وابتلا کے وقت اُن کا ایمان اللہ تعالیٰ پر ویسا نہیں رہتا بلکہ شکایت کرنے لگتے ہیں۔ اسے عذابِ الٰہی قرار دیتے ہیں۔ حقیقت میں وہ لوگ بڑے ہی محروم ہیں جن کو صالحین کا مقام حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہی تو وہ مقام ہے جہاں انسان ایمانی مدارج کے ثمرات کو مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی ذات پر اُن کا اثر پاتا ہے اور نئی زندگی اُسے ملتی ہے لیکن یہ زندگی پہلے ایک موت کو چاہتی ہے اور یہ انعام و برکات امتحان وابتلا کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ یہ یاد رکھو کہ ہمیشہ عظیم الشان نعمت ابتلا سے آتی ہے، اور ابتلا مومن کیلئے شرط ہے۔ جیسے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (العنکبوت:3) یعنی کیا لوگ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ اتنا ہی کہہ دینے پر چھوڑ دیئے جاویں گے کہ ہم ایمان لائے اور وہ آزمائے نہ جاویں۔ ایمان کے امتحان کیلئے مومن کو ایک خطرناک آگ میں پڑنا پڑتا ہے مگر اس کا ایمان اس آگ سے اس کو صحیح سلامت نکال لاتا ہے اور وہ آگ اس پر گلزار ہو جاتی ہے۔ مومن ہو کر ابتلا سے کبھی بے فکر نہیں ہونا چاہیئے اور ابتلا پر زیادہ ثباتِ قدم دکھانے کی ضرورت ہوتی ہے اور حقیقت میں جو سچا مومن ہے ابتلا میں اس کے ایمان کی حلاوت اور لذّت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور اس کے عجائبات پر اس کا ایمان بڑھتا ہے اور وہ پہلے سے بہت زیادہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا اور دعاؤں سے فتحیاب اجابت چاہتا ہے۔

یہ افسوس کی بات ہے کہ انسان خواہش تو اعلیٰ مدارج اور مراتب کی کرے اور اُن تکالیف سے بچنا چاہے جو اُن کے حصول کیلئے ضروری ہیں۔ یقیناً یاد رکھو کہ ابتلا اور امتحان ایمان کی شرط ہے اس کے بغیر ایمان، ایمانِ کامل ہوتا ہی نہیں اور کوئی عظیم الشان نعمت بغیر ابتلا ملتی ہی نہیں ہے۔ دنیا میں بھی عام قاعدہ یہی ہے کہ دنیاوی آسائشوں اور نعمتوں کے حاصل کرنے کیلئے قسم قسم کی مشکلات اور رنج وتعب اُٹھانے پڑتے ہیں۔ طرح طرح کے امتحانوں میں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے تب کہیں جا کر کامیابی کی شکل نظر آتی ہے اور پھر بھی وہ محض خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ پھر خدا تعالیٰ جیسی نعمت عظمیٰ جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ہے بدوں امتحان کیسے میسر آسکے۔

پس جو چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو پاوے اسے چاہیئے کہ وہ ہر ایک ابتلا کیلئے تیار ہو جاوے۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی سلسلہ قائم کرتا ہے جیسا کہ اس وقت اُس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے تو جو لوگ اس میں اوّلاً داخل ہوتے ہیں اُن کو قسم قسم کی تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ ہر طرف سے گالیاں اور دھمکیاں سننی پڑتی ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔ یہاں تک کہ انکو کہا جاتا ہے کہ ہم تم کو یہاں سے نکال دیں گے یا اگر ملازم ہے تو اس کے موقوف کرانے کے منصوبے ہوتے ہیں۔ جس طرح ممکن ہوتا ہے تکلیفیں پہنچائی جاتی ہیں اور اگر ممکن ہو تو جان لینے سے دریغ نہیں کیا جاتا۔ ایسے وقت میں جو لوگ ان دھمکیوں کی پرواہ کرتے ہیں اور امتحان کے ڈر سے کمزوری ظاہر کرتے ہیں یاد رکھو خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کے ایمان کی ایک پیسہ بھی قیمت نہیں ہے کیونکہ وہ ابتلا کے وقت خدا تعالیٰ سے نہیں انسان سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وجبروت کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ بالکل ایمان نہیں لایا کیونکہ دھمکی کو اس کے مقابلہ میں وقعت دیتا اور ایمان چھوڑنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ صالحین میں داخل ہونے سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ خلاصہ اور مفہوم ہے اس آیت کا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ (العنکبوت:11)'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 510-511صفحہ 31-36)

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دن چڑھا ہے دُشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے　　اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار

اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرّہ میرا　　پھیر دے میری طرف اے سارباں جگ کی مہار

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے　　خاک میں ہوگا یہ سر گر تُو نہ آیا بن کے یار

فضل کے ہاتھوں سے اب اسوقت کر میری مدد　　کشتیٔ اسلام تا ہوجائے اس طوفاں سے پار

میرے سقم و عیب سے اب کیجئے قطعِ نظر　　تا نہ خوش ہو دشمنِ دیں جس پہ ہے لعنت کی مار

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں　　میری فریادوں کو سُن میں ہوگیا زار و نزار

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰؐ　　مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

کیا سلائے گا مجھے تُو خاک میں قبل از مراد　　یہ تو تیرے پر نہیں اُمید اے میرے حصار

یاالٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا　　اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سُن لے پکار

قوم میں فسق و فجور و معصیت کا زور ہے　　چھا رہا ہے ابرِ یاس اور رات ہے تاریک و تار

ایک عالم مرگیا ہے تیرے پانی کے بغیر　　پھیر دے اے میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار

خطبہ جمعہ

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف ہمیشہ جھکے رہنا چاہئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے جو جماعت قائم فرمائی اور اُس کو یہ اعزاز بخشا کہ وہ پہلوں کے ساتھ ملا دی گئی یہ کوئی معمولی اعزاز نہیں ہے، یہ کوئی معمولی جماعت نہیں ہے

اگر ہم نے آپ کی حقیقی جماعت میں سے ہونے کا حقدار کہلانا ہے تو ہمیں اپنی حالتوں کی طرف ہر لحہ اور ہر آن نظر رکھنی ہوگی تم اپنے نمونے قائم کرو تا کہ دنیا سمجھے کہ یہ سلسلہ قائم ہوا ہے جو خدا تعالیٰ سے خاص تعلق جوڑنے والا ہے

آج کے دور میں جبکہ جماعت کے خلاف مخالفت بھی شدت کو پہنچی ہوئی ہے ہمیں ہر سطح پر اپنی ذاتی خواہشوں اور اَناؤں کو پسِ پشت ڈال کر ایک ہونے کی اعلیٰ ترین مثال قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 28/اکتوبر 2011ء بمقام مسجد بیت الفتوح۔ مورڈن۔لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے جو جماعت قائم فرمائی اور اُس کو یہ اعزاز بخشا کہ وہ پہلوں کے ساتھ ملا دی گئی یہ کوئی معمولی اعزاز نہیں ہے، یہ کوئی معمولی جماعت نہیں ہے۔ ہزاروں لاکھوں نیک فطرت مسلمان اس زمانے کے پانے کی خواہش میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے منسوب کرتا ہے اُن باتوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے جن پر پہلوں نے عمل کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کا تعلق جوڑا۔ آپ کی امت میں شامل ہوئے اور آپؐ کی تربیت کے زیر اثر اللہ تعالیٰ سے ایسا پختہ تعلق جوڑا کہ ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (البقرة :208) جو اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے بیچ ڈالتے ہیں۔ پس انہوں نے خدا کی رضا کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کی۔ اپنی جان کو بھی مشکل میں ڈالا اور اُس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اُن کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ بھی اُنہیں بے انتہا نوازتا رہا۔ صحابہ کرام قرآنِ کریم کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے بلکہ اُنہیں اس حد تک اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا شوق تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ کس طرح نیکیاں کریں۔ بعض اس حد تک سوال پوچھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں روک دیا کہ شریعت نازل ہو رہی ہے تم سوال نہ کرو۔ کیونکہ اگر بعض تمہارے سوالات پر تمہیں احکامات مل جائیں تو تمہیں مشکل میں ڈال سکتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ رَءُوْفٌ بِالْعِبَاد ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ اپنی خاص رحمت کی نظر رکھتا ہے جو بندے کو تکلیف سے بچاتی ہے، اُس بندے کو جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہر تکلیف کو اُٹھانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، اُس کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اُس پر خاص شفقت فرماتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے پختہ تعلق جوڑنے والے بھی اپنے ماحول میں خدا

تعالیٰ کی صفات کے پرتَو بنتے ہیں۔ اُن تمام احکامات کو ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے بھی شفقت کا سلوک کرتے ہیں۔ اُن کے حق ادا کرتے ہیں۔

پس یہ وہ حقیقی اسلام ہے جو بندے کا خدا سے تعلق جوڑ کر پھر حقوق العباد کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے۔ اور یہی حقیقی اسلام صحابہ نے پایا اور سیکھا اور عمل کر کے دکھایا اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں سکھانے آئے ہیں، ہمیں بتانے آئے ہیں، ہمیں اُن راستوں پر چلانے آئے ہیں۔ پس اس کے لئے ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ اس وقت اس سلسلے میں مَیں آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقتباسات پیش کروں گا جو ہمیں اپنے جائزوں کی طرف، اپنی حالتوں کی طرف توجہ دلانے والے ہیں۔ سب سے پہلے تو میں نے جو اقتباس لیا ہے اس میں آپ نے اس زمانے کا نقشہ کھینچا ہے اور پھر بتایا کہ جماعت کو کیسا ہونا چاہئے؟

آپؑ عام علماء کے بارے میں جو اس زمانے کے علماء ہیں جنہوں نے آپ کو نہیں مانا فرماتے ہیں کہ:

''مَیں دیکھتا ہوں کہ اس وقت قریباً علماء کی یہی حالت ہو رہی ہے لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْن (الصف:03)'' (قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ علماء کی آجکل یہی حالت ہے کہ تم وہ کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں فرمایا کہ یہ اس) کے مصداق اکثر پائے جاتے ہیں اور قرآن شریف پر بگفتن ایمان رہ گیا ہے؛ ورنہ قرآن شریف کی حکومت سے لوگ بکلی نکلے ہوئے ہیں۔ احادیث میں پایا جاتا ہے کہ ایک وقت ایسا آنے والا تھا کہ قرآن شریف آسمان پر اُٹھ جائے گا۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ وہی وقت آ گیا ہے۔ حقیقی طہارت اور تقویٰ جو قرآن شریف پر عمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے آج کہاں ہے؟ اگر ایسی حالت نہ ہوگئی ہوتی تو خدا تعالیٰ اس سلسلہ کو کیوں قائم کرتا۔ ہمارے مخالف اس بات کو نہیں سمجھ سکتے لیکن وہ دیکھ لیں گے کہ آخر ہماری سچائی روزِ روشن کی طرح کھل جائے گی''۔ فرماتے ہیں'' خدا تعالیٰ خود ایک ایسی جماعت تیار کر رہا ہے جو قرآن شریف کی ماننے والی ہوگی''۔ (اب یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جو آپ نے جماعت پر ڈالی ہے۔ آپ نے توقع رکھی ہے کہ قرآنِ کریم کی ماننے والی ہو گی۔ قرآنِ کریم کو ماننا صرف ایک کتاب کو ماننا نہیں بلکہ اُس کے احکامات پر عمل کرنا ہے) فرمایا:'' ہر ایک قسم کی ملونی اس میں سے نکال دی جائے گی'' (ہمیں اپنے یہ جائزے لینے کی ضرورت ہے تا کہ ہر ایک قسم کی ملونی جو دنیاوی ملونی ہے اس میں سے نکال دی جائے۔)'' اور ایک خالص گروہ پیدا کیا جاوے گا اور وہ یہی جماعت ہے۔ اس لیے مَیں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کے احکام کے پورے پابند ہو جاؤ اور اپنی زندگیوں میں ایسی تبدیلی کرو جو صحابہ کرامؓ نے کی تھی۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی تمہیں دیکھ کر ٹھوکر کھاوے''۔ (ہر احمدی کو نمونہ ہونا چاہئے) فرمایا:'' ہاں مَیں یہ بھی کہتا ہوں کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ افتراء اور کذب کے سلسلہ سے الگ ہو جاوے۔ پس تم دیکھو اور منہاجِ نبوت پر اس سلسلہ کو دیکھو''۔ (جو سلسلہ نبوت کے طریق پر چل رہا ہے۔ جو نبوت چلانا چاہتی ہے اُس پر چلو)'' یہ مَیں جانتا ہوں کہ جب خدا تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور زمین پر بارش ہوتی ہے تو جہاں مفید اور نفع رساں بوٹیاں اور پودے پیدا ہوتے ہیں اُس کے ساتھ ہی زہریلی بوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں''۔ (اس بارے میں آپ نے بتایا کہ کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہوں گے جو غلط قسم کے دعوے کرنے والے ہوں گے۔ بہر حال پھر آپ فرماتے ہیں)'' پس ہر شخص کا فرض ہے کہ اس وقت خدا تعالیٰ سے کشود کار کے لیے دعا کرے'' (کہ جو کام ہیں وہ پورے ہوں۔ جس مقصد کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے ہیں وہ پورے ہوں)'' اور دعاؤں میں لگا رہے۔ ہمارے سلسلہ کی بنیاد نصوصِ قرآنیہ اور حدیثیہ پر ہے۔ پھر اس سلسلہ کی تائید اور تصدیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے آیاتِ ارضیہ اور سماویہ کی ایک خاتم ہم کو دی ہے''۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کے جو زمینی اور آسمانی نشانات ہیں وہ دیئے ہیں اور ایک ایسی مہر دی ہے جو تمام لوگوں پر آپ کی صداقت کی حجت ہے) فرمایا'' یہ بخوبی یاد رکھو کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اسے ایک مہر دی جاتی ہے اور وہ مہر محمدی مہر ہے جس کو ناعاقبت اندیش مخالفوں نے نہیں سمجھا''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 467-468۔ ایڈیشن 2003ء)

اب اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو بھی آئے گا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں آئے گا اور وہ آپ کی ہی مہر ہے جس کے تحت وہ کام کرے گا لیکن لوگ نہیں سمجھتے۔ لیکن فرمایا تم اپنے نمونے قائم کرو تا کہ دنیا سمجھے کہ یہ سلسلہ قائم ہوا ہے جو خدا تعالیٰ سے خاص تعلق جوڑنے والا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں:

''اے میری جماعت! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفرِ آخرت کے لئے ایسا طیار کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب طیار کئے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں ہے۔ لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لئے ہے اور بدقسمت ہے وہ جس کا تمام ہمّ و غم دنیا کے لئے ہے۔ ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ عبث طور پر میری جماعت میں اپنے تئیں داخل کرتا ہے کیونکہ وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 63)

پھر ہماری اصلاح اور استقامت کے لئے صحیح طریق بتاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''پس میرے نزدیک پاک ہونے کا یہ عمدہ طریق ہے اور ممکن نہیں کہ اس سے بہتر کوئی اور طریق مل سکے کہ انسان کسی قسم کا تکبر اور فخر نہ کرے۔ نہ علمی، نہ خاندانی، نہ مالی''۔ (اس قسم کے تکبر جو ہیں یہ عموماً انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ کسی کو علم کا فخر ہے۔ کسی کو اپنے خاندان کا، کسی کو مال کا۔ فرمایا کسی قسم کا تکبر نہ کرے)'' جب خدا تعالیٰ کسی کو آنکھ عطا کرتا ہے تو وہ دیکھ لیتا ہے کہ ہر ایک روشنی جو ان ظلمتوں سے نجات دے سکتی ہے وہ آسمان سے آتی ہے اور انسان ہر وقت آسمانی روشنی کا محتاج ہے۔ آنکھ بھی دیکھ نہیں سکتی جبتک سورج کی روشنی جو آسمان سے آتی ہے نہ آئے۔ اسی طرح باطنی روشنی جو ہر ایک قسم کی ظلمت کو دور کرتی ہے اور اس کی بجائے تقویٰ اور طہارت کا نور پیدا کرتی ہے آسمان ہی سے آتی ہے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا تقویٰ، ایمان، عبادت، طہارت سب کچھ آسمان سے آتا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے وہ چاہے تو اس کو قائم رکھے اور چاہے تو دور کر دے''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 213۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس ہر قسم کی جو عنایات ہیں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو قائم رکھتا ہے، چاہے تو ختم کر دیتا ہے تو پھر تکبر کس بات کا؟ نہ کسی کو اپنے تقویٰ پر زعم ہونا چاہئے، نہ اپنی ایمانی حالت پر، نہ اپنی عبادتوں اور دعاؤں پر زعم ہو، نہ اپنی پاکیزگی پر زعم ہو، اسی طرح جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے نہ ہی دنیاوی معاملات میں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف ہمیشہ جھکے رہنا چاہئے۔

فرمایا: ''پس سچی معرفت اسی کا نام ہے کہ انسان اپنے نفس کو مسلوب اور لاشئے محض سمجھے'' (یعنی اس کے نفس کی کوئی ہستی ہی نہیں ہے، کوئی حیثیت ہی نہیں ہے) ''اور آستانۂ الوہیت پر گر کر انکسار اور عجز کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل کو طلب کرے۔ اور اس نورِ معرفت کو مانگے جو جذبات نفس کو جلا دیتا ہے اور اندر ایک روشنی اور نیکیوں کے لیے قوت اور حرارت پیدا کرتا ہے۔ پھر اگر اس کے فضل سے اس کو حصہ مل جاوے اور کسی وقت کسی قسم کا بسط اور شرح صدر حاصل ہو جاوے'' (دل کھل جائے۔ دعاؤں کی قبولیت کا، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے کھلنے کا شرح صدر حاصل ہو جائے)'' تو اس پر تکبر اور ناز نہ کرے بلکہ اس کی فروتنی اور انکسار میں اَور بھی ترقی ہو''۔ (جب اللہ تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھلیں اور اس کو احساس ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل مجھ پر نازل ہو رہے ہیں تو مزید عاجزی پیدا ہو)'' کیونکہ جس قدر وہ اپنے آپ کو لاشئی سمجھے گا اسی قدر کیفیات اور انوار خدا تعالیٰ سے اتریں گے جو اس کو روشنی اور قوت پہنچائیں گے۔ اگر انسان یہ عقیدہ رکھے گا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی اخلاقی حالت عمدہ ہو جائے گی۔ دنیا میں اپنے آپ کو کچھ سمجھنا بھی تکبر ہے اور یہی حالت بنا دیتا ہے۔ پھر انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ دوسرے پر لعنت کرتا ہے اور اُسے حقیر سمجھتا ہے''۔ (جب تکبر پیدا ہو جائے تو دوسرے کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتا)۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 213۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس جیسا کہ مَیں نے کہا ہم میں سے ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے اس عمدہ طریق پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں:

''اے سعادتمند لوگو! تم زور کے ساتھ اُس تعلیم میں داخل ہو جو تمہاری نجات کے لئے مجھے دی گئی ہے۔ تم خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو۔ نہ آسمان میں سے، نہ زمین میں سے۔ خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصّوں سے الگ ہو جاؤ'' (یہ کینے اور غصے بھی انسان کو کھا جاتے ہیں۔ اُس کے اخلاق تباہ و برباد کر دیتے ہیں) فرمایا: ''کینوں اور غصوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفسِ امّارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے''۔ (تکبر سب سے بڑا گند اور گناہ ہے۔)'' اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ جبکہ تم اُنہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو''۔ (اب ہمارے علماء بھی ہیں، ہمارے داعیان بھی ہیں، اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں، بڑی بڑی خدمات کر رہے ہیں لیکن بعض دفعہ ایسے معاملات آتے ہیں جو جب ذاتیات پر آتے ہیں تو پھر بھول جاتے ہیں۔ پھر بعض دفعہ تکبر سامنے آ جاتا ہے۔ اپنی اَنائیں سامنے آ جاتی ہیں۔ فرمایا کہ تم جو بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو)'' سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے اگر تم اس چند روزہ دنیا میں ان کی بدخواہی کرو'' (جب اپنے معاملات آ جائیں تو پھر وہاں خیرخواہی نہ ہو بلکہ بدخواہی سامنے آ جائے)'' خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجالاؤ کہ تم اُن سے پوچھے جاؤ گے'' (اللہ تعالیٰ نے جو فرائض عائد کئے ہیں اُن کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اس کے لئے دل میں ایک خوف پیدا کرو۔) فرمایا: ''نمازوں میں بہت دعا کرو کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو صاف کرے کیونکہ انسان کمزور

ہے۔ ہر ایک بدی جو دُور ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی قوت سے دُور ہوتی ہے اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پاوے کسی بدی کے دُور کرنے پر قادر نہیں ہوسکتا۔ اسلام صرف یہ نہیں ہے کہ رسم کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالیٰ کے آستانے پر گر جائیں اور خدا اور اُس کے احکام ہر ایک پہلو کے رو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20صفحہ 63)

آج کل ہر احمدی کو تو خاص طور پر یہ حالت اپنے اوپر طاری کرنی چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو ہم زیادہ سے زیادہ سمیٹنے والے بنیں۔ فرمایا:

''اے میری عزیز جماعت! یقیناً سمجھو کہ زمانہ اپنے آخر کو پہنچ گیا ہے اور ایک صریح انقلاب نمودار ہوگیا ہے سو اپنی جانوں کو دھوکہ مت دو اور بہت جلد راستبازی میں کامل ہو جاؤ''۔ (یہ بہت اہم بات ہے۔ سچائی کو اختیار کرو۔ سچائی اللہ تعالیٰ کے تعلق میں ہے۔ عبادات میں خالص ہو کر عبادات کرنا ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دو ہی اہم حکم ہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد، ان میں راستبازی اور سچائی ہونی چاہئے۔ جماعتی خدمات ہیں، آپس کے تعلقات ہیں، ان میں راستبازی اور سچائی ہونی چاہئے)

پھر فرمایا:

''قرآنِ کریم کو اپنا پیشوا پکڑو اور ہر ایک بات میں اس سے روشنی حاصل کرو۔ اور حدیثوں کو بھی ردّی کی طرح مت پھینکو کہ وہ بڑی کام کی ہیں اور بڑی محنت سے اُن کا ذخیرہ طیار ہوا ہے۔ لیکن جب قرآن کے قصوں سے حدیث کا کوئی قصہ مخالف ہو تو ایسی حدیث کو چھوڑ دو تا گمراہی میں نہ پڑو۔ قرآنِ شریف کو بڑی حفاظت سے خدا تعالیٰ نے تمہارے تک پہنچایا ہے سو تم اس پاک کلام کی قدر کرو۔ اس پر کسی چیز کو مقدم نہ سمجھو کہ تمام راست روی اور راست بازی اسی پر موقوف ہے''۔ (سچائی اور سچائی پر چلنا، عمل کرنا قرآن شریف کی تعلیم پر ہی موقوف ہے) ''کسی شخص کی باتیں لوگوں کے دلوں میں اُسی حد تک مؤثر ہوتی ہیں جس حد تک اُس شخص کی معرفت اور تقویٰ پر لوگوں کو یقین ہوتا ہے''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20صفحہ 64)

پس معرفت اور تقویٰ جب بڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری باتوں کا اثر بھی ہوگا۔

پھر اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

''یقیناً سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ پیارے نہیں ہیں جن کی پوشاکیں عمدہ ہوں اور وہ بڑے دولتمند اور خوش خور ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ پیارے ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں اور خالص خدا ہی کے لئے ہو جاتے ہیں۔ پس تم اس امر کی طرف توجہ کرو، نہ پہلے امر کی طرف''۔ (یعنی دنیا کی طرف نہ پڑو بلکہ دین کو دنیا پر مقدم کرو۔ آپ کے اپنے وقت میں جو جماعت کی حالت تھی اس کا ذکر فرما رہے ہیں حالانکہ اُس وقت لوگوں میں بڑی پاک تبدیلیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ) ''اگر مَیں جماعت کی موجودہ حالت پر ہی نظر کروں تو مجھے بہت غم ہوتا ہے کہ ابھی بہت ہی کمزور حالت ہے اور بہت سے مراحل باقی ہیں جو اس نے طے کرنے ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر نظر کرتا ہوں جو اس نے مجھ سے کئے ہیں تو میرا غم امید سے بدل جاتا ہے۔ منجملہ اس کے وعدوں کے ایک یہ بھی ہے جو فرمایا:

وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ '' (اور اُن لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی ہے اُن لوگوں پر جنہوں نے انکار کیا ہے قیامت کے دن تک بالا دست کرنے والا ہوں۔ اگر اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فکر تھی اور آپ نے اپنے ماننے والوں کو توجہ دلائی تو اب ایک زمانہ گزرنے کے بعد تو ہمیں اور بھی زیادہ اس کی فکر ہونی چاہئے کہ جوں جوں ہم دور جا رہے ہیں ہماری حالتیں کہیں بگڑتی نہ جائیں۔ پس بہت غور کرنے کی ضرورت ہے، بہت زیادہ جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ فرمایا) ''یہ تو سچ ہے کہ وہ میرے متبعین کو میرے منکروں اور میرے مخالفوں پر غلبہ دے گا۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ متبعین میں سے ہر شخص محض میرے ہاتھ پر بیعت کرنے سے داخل نہیں ہوسکتا۔ جب تک اپنے اندر وہ اتباع کی پوری کیفیت پیدا نہیں کرتا متبعین میں داخل نہیں ہوسکتا۔ پوری پوری پیروی جب تک نہیں کرتا ایسی پیروی کہ گویا اطاعت میں فنا ہو جاوے اور نقشِ قدم پر چلے، اس وقت تک اِتّباع کا لفظ صادق نہیں آتا''۔ (فرمایا): ''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسی جماعت میرے لیے مقدر کی ہے جو میری اطاعت میں فنا ہو اور پورے طور پر میری اتباع کرنے والی ہو۔ اس سے مجھے تسلی ملتی ہے اور میرا غم امید سے بدل جاتا ہے''۔

فرماتے ہیں:

''بہر حال خدا تعالیٰ کے وعدوں پر میری نظر ہے اور وہ خدا ہی ہے جو میری تسکین اور تسلی کا باعث ہے۔ ایسی حالت میں کہ جماعت کمزور اور بہت کچھ تربیت کی محتاج ہے یہ ضروری امر ہے کہ مَیں تمہیں توجہ دلاؤں کہ تم خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرو اور اسی کو مقدم کر لو اور اپنے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک جماعت کو ایک نمونہ سمجھو۔ ان کے نقشِ قدم پر چلو''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 596-597۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

آپ نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے بارے میں فرمایا کہ:

’’یادرکھواب جس کا اصول دنیا ہے اور پھر وہ اس جماعت میں شامل ہے خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ اس جماعت میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی اس جماعت میں داخل اور شامل ہے جو دنیا سے دست بردار ہے۔ یہ کوئی مت خیال کرے کہ میں ایسے خیال سے تباہ ہو جاؤں گا۔ یہ خدا شناسی کی راہ سے دور لے جانے والا خیال ہے۔ خدا تعالیٰ کبھی اس شخص کو جو محض اسی کا ہو جاتا ہے ضائع نہیں کرتا بلکہ وہ خود اس کا متکفل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے جو شخص اس کی راہ میں کچھ کھوتا ہے وہی کچھ پاتا ہے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کو پیار کرتا ہے اور انہیں کی اولاد بابرکت ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل کرتا ہے۔ اور یہ کبھی نہیں ہوا اور نہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ کا سچا فرماں بردار ہو وہ یا اس کی اولاد تباہ و برباد ہو جاوے۔ دنیا ان لوگوں ہی کی برباد ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کو چھوڑتے ہیں اور دنیا پر جھکتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہر امر کی طناب اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بغیر کوئی مقدمہ فتح نہیں ہو سکتا۔ کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی اور کسی قسم کی آسائش اور راحت میسر نہیں آسکتی۔ دولت ہو سکتی ہے مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ مرنے کے بعد یہ بیوی یا بچوں کے ضرور کام آئے گی۔ ان باتوں پر غور کرو اور اپنے اندر ایک نئی تبدیلی پیدا کرو‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 595۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

جماعت کو خاص نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو، ہمدردی کرو اور بلا تمیز ہر ایک سے نیکی کرو کیونکہ یہی قرآن شریف کی تعلیم ہے۔ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدھر:9)۔‘‘ (اور وہ کھانے کو اُس کی چاہت ہوتے ہوئے مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں)

’’وہ اسیر اور قیدی جو آتے تھے اکثر کفار ہی ہوتے تھے۔ اب دیکھ لو کہ اسلام کی ہمدردی کی انتہا کیا ہے۔ میری رائے میں کامل اخلاق کی تعلیم بجز اسلام کے اور کسی کو نصیب ہی نہیں ہوئی‘‘۔

آپ نے جب یہ بیان کیا تو اس وقت آپ کی طبیعت خراب تھی۔ فرمایا جب مجھے صحت ہو جاوے تو مَیں ایک کتاب لکھوں گا جو اخلاق کے بارے میں ہوگی۔ بہرحال پھر آگے آپ فرماتے ہیں کہ ’’مَیں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میرا منشاء ہے وہ ظاہر ہو جاوے اور وہ میری جماعت کے لئے ایک کامل تعلیم ہو اور ابتغاء مرضات اللہ کی راہیں اس میں دکھائی جائیں۔ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں آئے دن یہ دیکھتا اور سنتا ہوں کہ کسی سے یہ سرزد ہوا اور کسی سے وہ۔ میری طبیعت ان باتوں سے خوش نہیں ہوتی۔ میں جماعت کو ابھی اس بچہ کی طرح پاتا ہوں جو دو قدم اُٹھاتا ہے تو چار قدم گرتا ہے۔ لیکن مَیں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس جماعت کو کامل کر دے گا۔ اس لیے تم بھی کوشش، تدبیر، مجاہدہ اور دعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے کیونکہ اس کے فضل کے بغیر کچھ بنتا ہی نہیں۔ جب اس کا فضل ہوتا ہے تو وہ ساری راہیں کھول دیتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 219۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

بعض لحاظ سے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں اور توجہ سے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے پورا فرمایا، آپ نے اپنے صحابہ کے پاک نمونے دیکھے اور اِس زمانے میں بھی خدا تعالیٰ پورا فرما رہا ہے۔ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعض لحاظ سے بالغ ہو چکی ہے لیکن زمانے کے ساتھ ساتھ بعض برائیاں بھی جڑ پکڑ رہی ہیں۔ تکبر، نفس کی انائیں وغیرہ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے بعض جگہ بہت زیادہ نظر آنے لگ گئی ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف مقدمات، لڑائیاں، رنجشیں بہت زیادہ بڑھ رہی ہیں۔ اس طرف ہمیں توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ پس اگر ہم نے آپ کی حقیقی جماعت میں ہونے کا حقدار کہلانا ہے تو ہمیں اپنی حالتوں کی طرف ہر لحہ اور ہر آن نظر رکھنی ہوگی۔ ہمارا علم کس کام کا ہے اگر موقع پر وہ ہمارے اخلاق کو ظاہر نہیں کرتا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم تبلیغ کرتے ہو، دوسروں کو نصیحت کرتے ہو لیکن جب موقع آئے تو تمہارے سے وہ ظاہر نہیں ہوتا، تمہاری اپنی حالتوں پر اُس کا اظہار نہیں ہو رہا ہوتا۔ پس علم وہی کام کا ہے جس کا سایہ ہمارے اوپر بھی نظر آتا ہو۔ جب تک ہمارے آپس کے تعلقات کا اظہار ہمارے اندر اور باہر کو ایک کر کے نہیں دکھاتا اُس وقت تک ہمارا علم بے فائدہ ہے۔ آج کے دور میں جبکہ جماعت کے خلاف مخالفت بھی شدت کو پہنچی ہوئی ہے ہمیں ہر سطح پر اپنی ذاتی خواہشوں اور اناؤں کو پسِ پشت ڈال کر ایک ہونے کی اعلیٰ ترین مثال قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو صحابہ کے نمونے پر چلانا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

گزشتہ جمعہ، خطبہ ثانیہ کے دوران میری ذرا لمبی کھانسی کی وجہ سے بعض لوگوں کو پریشانی بھی ہوئی تھی۔ عرب ملکوں سے بھی بعض اَور جگہوں سے بھی بڑی فیکسیں اور خط بھی آئے کہ ہم انتظار نہیں کر سکتے۔ اور اس کے ساتھ نسخے بھی اتنی بڑی تعداد میں آئے ہیں کہ اگر مَیں اُن کو استعمال کرنا شروع کر دوں تو شاید مزید بیمار ہو جاؤں۔ بہرحال لوگوں نے اپنی طرف سے نیک جذبات کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزا دے۔ اور یہ جو وبائی بیماریاں ہوتی ہیں اپنا وقت تو لیتی ہی ہیں۔ علاج مَیں اپنے طور پر ہومیوپیتھی کا کرتا ہوں۔ باقی ڈاکٹروں کی مدد سے بھی کچھ نہ کچھ کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔ بس دعاؤں میں یاد رکھیں۔

☆......☆......☆......☆

مخالفت برائے مخالفت' حمایت برائے حمایت

لطف الرحمٰن محمود

(الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا سے وابستہ شخصیات کو" قوم اور ملک کی آنکھیں اور کان" کہا جاتا ہے مگر اس میدان کے بعض" شہسوار"
مخالفت برائے مخالفت یا حمایت برائے حمایت کی غلط حکمتِ عملی کو اپنا کر حق وصداقت کا خون کرتے رہتے ہیں۔ لطف الرحمٰن محمود صاحب ایسے عناصر
کو حسبِ موقع خطوط لکھ کر حقائق کی طرف متوجہ کرتے رہتے ہیں۔ ایسے دو خطوط، افادۂ عام کیلئے شریکِ اشاعت ہیں۔
ضمناً عرض ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سلسلہ کے مخالفین ومعاندین کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے
خصوصی دعاؤں اور نفلی روزوں کی جو تحریک فرمائی ہے، قارئین النور سے اس پر عمل پیرا ہونے کی استدعا ہے۔۔۔۔ ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

13 مئی 2011

محترمہ عائشہ ملک صاحبہ،
معرفت جناب خلیل الرحمٰن صاحب،
ایڈیٹر ر پبلشر ہفت روزہ" اردو ٹائمز"
169-20 Hillside Avenue
Jamaica, NY 11432

سلام مسنون!

ہفت روزہ اردو ٹائمز کے 5 مئی 2011ء کے پرچے میں آپ کے کالم" سخن ستارے" میں شائع ہونے والا مضمون (امریکی فوج نے اسامہ کو پاکستان لاکر قتل کیا؟) میری نظر سے گزرا (صفحہ 9)۔

موضوع کی حساس نوعیت کے پیشِ نظر اور آپ کے بعض ارشادات کو سمجھنے کیلئے اسے کئی بار اوّل سے آخر تک بڑے غور سے پڑھا۔ چند معروضات پیشِ خدمت ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ اوّلین فرصت میں سوالات کا جواب مرحمت فرمائیں گی۔

مضمون کے عنوان سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ اسامہ بن لادن' پاکستان سے باہر کسی اور ملک میں مقیم تھا جہاں سے اسے زندہ پاکستان لاکر' قتل کر دیا گیا۔ آپ نے اپنے مضمون میں اُس ملک کا نام نہیں لیا جہاں سے اُسامہ کو پاکستان لایا گیا۔ افغانستان یا کسی اور ملک سے؟ یمن، سوڈان، چیچنیا، اُزبکستان اور صومالیہ ہی ممکنہ پناہ گاہیں ہوسکتی ہیں۔ لیکن آپ نے کسی ملک کا نام نہیں دیا۔ ازراہِ کرم' مضمون کے اس خلا کو پُر فرمائیں ورنہ یہ تشنگی باقی رہے گی۔

آپ نے اس مضمون میں" قادیانی تحریک" کا چار مرتبہ ذکر کیا ہے، افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک میں ہونے والے احتجاجی مظاہروں کے حوالے سے درج ذیل انکشافات فرمائے ہیں:

1۔''عوامی احتجاج کی قادیانی تحریک مسلم حکمرانوں اور عرب شہنشاہوں کو اقتدار سے بے دخل کرنے کیلئے تیار کی گئی ہے''

2 ۔''اس قادیانی تحریک کو تیونس اور مصر کے حکمرانوں کا اقتدار چھیننے میں کامیابی مل چکی ہے۔''

3۔''اس قادیانی تحریک کا اصل ہدف اب یمن، بحرین، لیبیا، ایران، پاکستان، سعودی عرب اور آخر میں ہندوستان کے حکمرانوں کو اقتدار سے بے دخل کر کے بدامنی کے ماحول کا سلسلہ پھیلانا ہے''

4۔''اسامہ کے قتل کا ڈرامہ کرنے کی جگہ عربوں کی سرزمین بھی ہوسکتی تھی۔اگر وہاں پُرتشدّد کرائے کے احتجاج کی حکمت عملی فلاپ ہوجاتی۔تو اسامہ کا قتل عرب خطّہ میں ہی ہوتا مگر وہاں قادیانی تحریک نے اپنا کام دکھادیا اس لئے امریکی فوج نے اسامہ کو پاکستان لاکر قتل کردیا۔''

آپ نے تیونس اور مصر میں قادیانی تحریک کی کامیابی کا خاص طور پر بطور مثال ذکر کیا ہے۔میں پہلے انہی دو ممالک کے حکمرانوں سے''اقتدار چھیننے'' کا تجزیہ کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کیونکہ اس تجزیہ سے باقی اہداف کا معاملہ سمجھنے میں مدد ملے گی۔

دسمبر 2010ء میں مندرجہ بالا تمام عرب ممالک اور ریاستوں میں بے چینی اور ہلچل کے آثار پیدا ہوگئے تھے۔مگر جنوری 2011ء میں تیزی آگئی اور فروری میں حالات زیادہ بگڑ گئے۔عوام نے ان تمام ممالک میں حکمرانوں سے اقتدار سے الگ ہونے کا مطالبہ کیا مگر اس کی تکمیل صرف تیونس اور مصر میں ہوئی۔تیونس میں''بے روزگاری'' ملک کا سب سے بڑا مسئلہ تھا۔وہاں ایک کمپیوٹر انجینئر گزر اوقات کیلئے ریڑھی لگا کر پھل بیچا کرتا تھا۔پولیس کے رویّے سے تنگ آکر اُس نے خودکشی کر لی۔ اس واقعے سے تیونس کے طول وعرض میں احتجاجی مظاہرے شروع ہوگئے اور ان میں اتنی شدت آگئی کہ ایک دن مشتعل مظاہرین نے ایک قید خانے کو آگ لگادی جس میں 50 قیدی جل مرے۔اس کے بعد حالات مزید خراب ہوگئے۔26 جنوری 2011ء کو تیونس کے صدر، زین العابدین علی مع اہل وعیال، سعودی عرب چلے گئے۔اس طرح اُن کا 23 سالہ اقتدار اچانک ختم ہوگیا۔تیونس میں، مصر، شام، یمن کی طرح قتل وغارت نہیں ہوئی۔یہی وجہ ہے کہ تیونس میں اس تبدیلی کو''چنبیلی انقلاب''(Jasmine Revolution) کا نام دیا گیا۔آپ بتائیں کہ اس سارے معاملے میں''قادیانی تحریک'' کہاں کھڑی ہے؟

اب مصر کی کہانی بھی سُن لیجئے جہاں آپ کے بقول قادیانی تحریک کو''اقتدار چھیننے میں کامیابی'' مل چکی ہے۔تیونس سے زین العابدین کی سعودی عرب ہجرت کے ساتھ ہی مصر میں احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوگیا اور قاہرہ کا تحریر سکوائر اس''تحریکِ آزادی'' کا مرکز بن گیا اور تقریباً تین ہفتے کے مسلسل احتجاج کے بعد آخرکار وہیں فتح اور کامیابی کا جشن منایا گیا۔صدر حُسنی مبارک نے 30 سال تک مصر کا مطلق العنان حکمران رہنے کے بعد 11 فروری 2011ء کو اقتدار مصری فوج کے سپرد کردیا۔

آپ ہی بتائیں کہ اس جدّ وجُہد اور انتقالِ اقتدار میں''قادیانی تحریک'' نے کیا رول ادا کیا ہے؟ اقتدار تو خود حُسنی مبارک نے مصری فوج کو منتقل کیا۔مصر کے ٹی وی پر اس کا اعلان ہوا۔ساری دنیا نے سُنا اور دیکھا۔''قادیانی تحریک'' نے یہ اقتدار کس وقت''چھین'' لیا؟ اور اس چھینا جھپٹی کے عمل سے کیا فائدہ اُٹھایا؟

انتقالِ اقتدار کے بعد مصری فوجی کونسل نے ملک میں جلد انتخابات کرانے اور آئین میں ترمیم کا وعدہ کیا جس سے مصری عوام مطمئن ہوگئے۔ان اصلاحات پر عوامی رائے کیلئے ریفرنڈم بھی کرایا گیا۔مصر کی عدالت نے سابق صدر حُسنی مبارک کی سیاسی پارٹی کو بھی ختم کردیا۔حسنی مبارک کے اقتدار سے الگ ہونے کے بعد یہ بینرز مصر کے طول وعرض میں آویزاں کئے گئے۔

''ابناء مصرفی خدمتِ مصر''(مصر کے بیٹے مصر کی خدمت پر کمربستہ)۔

کیا یہ بینرز''قادیانی تحریک'' نے تیار کر کے دیئے تاکسی کو ان کی پسِ پردہ کارروائیوں کا علم نہ ہوسکے!

ایک اور کیفیت کا ذکر کرنا بھی دلچسپی کا باعث ہوگا۔مصر میں قبطی عیسائیوں کا ایک اپنا چرچ ہے جو اُن کے بقول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے چلا آرہا ہے۔قبطی چرچ کا اپنا پوپ ہے۔مصر میں عیسائی مسلم کشیدگی کی ایک لمبی تاریخ ہے۔مگر حُسنی مبارک کے خلاف احتجاجی تحریک کے دنوں میں''تحریر سکوائر'' میں''عیسائی مسلم بھائی

بھائی‘‘ کے نعرے گونجنے لگے۔مگر یہ رولڈ گولڈ’’ معاشقہ‘‘ اب قصہء ماضی بن چکا ہے۔حُسنی مبارک کے زوال کے بعد سے اب تک کئی خون ریز جھڑپیں ہو چکی ہیں۔کیا وہ عیسائی مسلم اتحاد اور اب یہ انشقاق بھی قادیانی تحریک کی محنتِ شاقہ کا نتیجہ ہے؟مصری عوام محمد البرادی (اقوام متحدہ کے ایٹمی کنٹرول کے بین الاقوامی ادارے کے سابق چیف)،وائل غنیم (گوگل انکارپوریشن کے مصری چیف ایگزیکیٹو) اور سول سوسائٹی کے لیڈروں کو اس انقلاب کا ہیرو قرار دے چکے ہیں۔مگر آپ کی دریا دلی ہے کہ اس کا کریڈٹ’’ قادیانی تحریک‘‘ کو دے رہی ہیں ع

منزل اُنہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

اب میں آپ کے بیان فرمودہ دیگر اہداف (یمن،بحرین،لیبیا،ایران،پاکستان،سعودی عرب وغیرہ) کا ذکر کرنا چاہتا ہوں:

اگرچہ آپ نے اس فہرست میں اُردن،شام،مراکش اور الجیریا کا ذکر نہیں کیا مگر یہ ممالک بھی حالیہ انقلابی لہروں سے متاثر ہوئے ہیں۔اس وقت بھی شام اور یمن میں خون خرابہ جاری ہے اور عوام اپنے حکمرانوں سے زمامِ اقتدار چھوڑنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔بعض ممالک کے حکمرانوں نے بروقت اقدامات سے پیش آمدہ خطرات کو ٹال دیا ہے۔ان اقدامات کا مختصر سا ذکر کر دیتا ہوں۔

مراکش کے حکمران،شاہ محمد چہارم (جنہیں آلِ رسولؐ ہونے کا دعویٰ بھی ہے) نے از خود عوام کو آئین میں اصلاحات کرنے کی تجویز دی۔یہی وجہ ہے کہ وہاں کسی قسم کی احتجاجی تحریک جڑ نہیں پکڑ سکی۔

الجیریا میں احتجاج شروع ہوا۔مگر صدر بُوطفلیکہ نے قوم کو یقین دلایا کہ 1992ء سے ملک میں نافذ ایمر جنسی کو ختم کر کے حالات کو بہتر بنایا جائے گا۔چنانچہ وہاں بھی حالات خراب نہیں ہوئے۔سعودی عرب کے شاہ عبداللہ نے ملک کے تمام شہریوں کے لئے تین تین ہزار ریال بونس کا اعلان کیا تھا تا وہ اس رقم کو حسب خواہش خرچ کر سکیں۔اس کے ساتھ ہی علماء کرام نے بدامنی اور بغاوت کے خلاف فتویٰ دے دیا۔چنانچہ ارضِ مقدسہ میں بھی امن برقرار رہا۔بلکہ بحرین میں ہونے والی گڑبڑ سے بگڑی ہوئی حالت کو کنٹرول کرنے کیلئے سعودی عرب اور دوسری خلیجی ریاستوں نے فوجی دستے بھجوا دیئے۔ایران سے آنے والے’’ دہشت گردوں‘‘ کو اُنہی جہازوں میں واپس کر دیا گیا۔اُردن کے شاہ عبداللہ ثانی نے اس قسم کی ہلچل دیکھ کر اُردنی کابینہ کو برطرف کر دیا۔نئی کابینہ کی آمد آمد سے لوگ مطمئن ہو گئے۔ان احوال سے کیا یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حکمرانوں کے ان بروقت اقدامات سے’’ قادیانی تحریک‘‘ وہاں ناکام ہو گئی؟ ان حالات پر معمولی سا غور کرنے سے ہی آپ کے مفروضے کا کھوکھلا پن ظاہر ہو جاتا ہے۔

آپ کے ارشاد کے مطابق ان عرب ممالک میں’’ اقتدار چھیننے‘‘ کے بعد،ایران،پاکستان اور بھارت کی باری آئے گی ع

کون جیتا ہے تری زُلف کے سر ہونے تک

ذرا یہ بھی فرمایئے گا کہ ایران اور پاکستان تو خیر سے اسلامی ممالک ہیں۔بھارت کو کس’’ جُرم‘‘ میں سزا دی جائے گی۔’’ اقتدار سے بے دخلی‘‘ کے علاوہ کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے؟ آپ نے ایک’’ نئی حکمتِ عملی‘‘ کا اشارہ تو کیا ہے (’’ اسامہ کو ہندوستان کے پڑوس میں لا کر،ایک نئی حکمت عملی تیار کر کے قتل کر دیا گیا‘‘) مگر اس کی کسی قدر تفصیل بیان کرنے سے گریز کیا ہے۔اس’’ نئی حکمتِ عملی‘‘ پر کچھ روشنی یا اندھیرا ڈالئے گا۔

اس خط کو ختم کرنے سے قبل،راقم الحروف دو اور معروضات پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہے۔عرض ہے کہ میرے دادا،آج سے تقریباً 115 سال قبل’’ قادیانی تحریک‘‘ سے وابستہ ہوئے۔میرے والد نے اپنی زندگی اس تحریک کی خدمت کیلئے وقف کی۔میں نے بھی یہی کام کیا۔میری اولاد بھی اسی تحریک سے وابستہ ہے بلکہ اُن کے بچے بھی۔میں اسی تحریک کے تعلیمی اداروں میں پڑھا ہوں۔بلکہ اُن میں پڑھاتا بھی رہا ہوں۔تقریباً 50 سال سے اس تحریک کا لٹریچر،نیز اخبارات و رسائل پڑھ رہا ہوں۔مجھے آج تک یہ خبر نہ ہوئی کہ یہ تحریک اتنی طاقت ور ہے کہ دُنیا کی حکومتوں کے تختے اُلٹنا اور حکمرانوں سے’’ اقتدار چھیننا‘‘ اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔آپ

کے بقول تیونس اور مصر میں یہ کام مکمل ہو چکا ہے اور باقی ملک اُن کی ہٹ لسٹ پر ہیں! میں پانچ چھ سال کا بچہ تھا جب قادیان کے پرائمری سکول میں داخل ہوا۔ اب میری عمر 72 سال ہے۔ میرا ذاتی علم اور مشاہدہ ہے کہ ''قادیانی تحریک'' ایک پُر امن مذہبی اور روحانی تحریک ہے جس کا بنیادی مقصد قرآن مجید کی تعلیمات اور سنّت مصطفویؐ پر عمل درآمد اور اُن کی تبلیغ و اشاعت ہے۔ سیاسی اقتدار اور دنیاوی حکومت و سلطنت اس کا مقصد و مدعا نہیں۔ تحریک کے بانی' حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے آج سے تقریباً ایک صدی قبل یہی اعلان فرمایا ؎

مجھ کو کیا ملکوں سے' میرا ملک ہے سب سے جُدا
مجھ کو کیا تاجوں سے' میرا تاج ہے رضوانِ یار

ہماری جماعت کی شاخیں اس وقت دنیا کے 200 ممالک میں موجود ہیں۔ ہم میں سے ایک ایک فرداً اپنے اپنے ملک کا وفادار شہری ہے اور وہاں کے قوانین کا احترام کرتا ہے۔ ان تمام ممالک کے حکمران' دانش ور' میڈیا سے وابستہ لوگ' دوسرے مذہبی گروپ' نیز قانون نافذ کرنے والے ادارے جانتے اور مانتے ہیں کہ یہ جماعت ایک پُر امن جماعت ہے، نہ کہ حکومتوں کے تختے اُلٹنے والی ایک فتنہ پرور تحریک۔ حیرانی ہے کہ ایک صدی سے زاید عرصہ سے، اس تحریک سے نسلاً بعد نسلٍ وابستہ رہنے کے باوجود ہم آپ کے خیالات سے ہم آہنگ اس قسم کے رازہائے درُوں کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں سُن پائے۔ اُمید ہے کہ آپ اپنے اس الزام و اتہام کو ثابت کرنے کیلئے ایسے ٹھوس اور ثقہ دلائل اور ثبوت پیش کریں گی کہ ہمارے لئے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

''اُردو ٹائمز'' کے اسی پرچے میں اُسامہ بن لادن کی ہلاکت پر اور مضامین بھی موجود ہیں۔ امریکہ سے شائع ہونے والے متعدد اخبارات اس وقت میرے سامنے ہیں۔ ان میں بھی کالم نویسوں اور دانش وروں نے اُسامہ بن لادن کی موت پر اظہار خیال کیا ہے۔ اسی طرح دیگر مضمون نگاروں نے تیونس' مصر' شام' یمن کے حالات پر لکھا ہے۔ مغربی نشریاتی اداروں اور ٹی وی چینلز کے اینکرز نے' اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر، مصر اور تیونس کے شہروں سے رپورٹنگ کی ہے۔ اُن میں سے بعض خواتین اینکرز پر حملے بھی ہوئے۔ مگر حیرانی ہے کہ اُن میں سے کسی ایک کو بھی ''قادیانی تحریک'' کی ریشہ دوانیوں کا علم نہ ہو سکا۔ یہ راز صرف آپ پر منکشف ہوا۔ یہ اطلاع یا تو آپ پر ہاتفِ غیبی نے القا کی ہے۔ یا یہ ریسرچ آپ کی غیر معمولی استعداد اور محنتِ شاقہ کا نتیجہ ہے۔ جمہوری قوّتوں نے عرب عوام کی اس جدّ وجُہد کو جمہوریت' بہتر مستقبل اور متوقع امن کے پیش نظر یعنی اس انقلاب کو Arab Spring کا نام دیا ہے۔ اس انقلاب کے پیچھے جو اصل قوت کارفرما ہے آپ نے اُس کا سراغ لگالیا ہے۔ آپ کو اس پر ''نوبل پرائز'' ملنا چاہیئے۔

اجازتِ رُخصت سے قبل' قرآن وحدیث کے حوالے سے ایک عاجزانہ نصیحت۔ قرآن کریم میں جھوٹ سے بچنے (سورۃ الحج آیت 30) اور جھوٹی گواہی نہ دینے (سورۃ الفرقان آیت 72) کی تلقین کی گئی ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے افواہوں اور سُنی سنائی بے سر و پا باتوں کی اشاعت اور تشہیر سے منع فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں، جھوٹ میں ملوّث ہونے والے بدقسمت لوگوں پر لعنت کی گئی ہے (سورۃ آل عمران آیت 61)۔ جھوٹ بولنا بھی برا فعل ہے مگر جھوٹ لکھنا تو اور بھی زیادہ خطرناک ہے۔ کِراماً کاتبین کا نام تو آپ نے سُنا ہوگا یعنی وہ فرشتے جو ہمارے قول و فعل کا حساب کتاب لکھنے پر مامور ہیں۔ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (سورۃ الانفطار آیات 12،11) آخر میں جناب فیضؔ کا یہ شعر آپ کی نذر ہے ؎

جن کا دیں پیروئ کذب وریا ہے اُن کو ہمتِ کُفر ملے' جرأتِ تحقیق ملے!

والسلام

خیر اندیش

لطف الرحمٰن محمود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

27 مئی 2011

مکرم ومحترم جناب مبشر لقمان صاحب
معرفت دنیا ٹی وی، ہیڈ آفس۔
8-A، ایبٹ روڈ۔ لاہور
پاکستان

سلام مسنون!

چند دن پہلے تک، صدر پاکستان، آصف علی زرداری صاحب کا ایک خطاب، ارباب صحافت اور ٹی وی چینلز کے اینکرز کا موضوعِ سخن بنا رہا ہے۔ اس تقریر میں، اور بہت سی باتوں کے علاوہ، زرداری صاحب نے نواز شریف صاحب کو ''مولوی'' کہہ کر یاد کیا۔ بلکہ اسی جوش وخروش میں، میاں صاحب کے ممدوح ضیاء الحق صاحب کو بھی اسی خطاب سے نوازا۔

آپ نے اپنے ٹاک شو میں لفظ ''مولوی'' پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ ''مولوی'' بڑا معزز ومحترم خطاب ہے۔ اسے اس طرح استعمال کر کے گویا اس لفظ کی تحقیر وتذلیل کی گئی ہے بلکہ بین السطور یہ بھی مترشح ہوتا تھا کہ گویا دینِ اسلام کی توہین سرزد ہوگئی ہے۔

آپ کا یہ تبصرہ سُن کر، مجھے لفظ ''مولوی'' کو سمجھنے کیلئے ڈکشنری کا سہارا لینا پڑا۔ عربی ڈکشنری میں مولا، مالی۔ مالیہ تو نظر آئے لیکن لفظ ''مولوی'' نظر نہیں آیا۔ فارسی ڈکشنری میں سینئر مشاہد اللہ خان کے بیان فرمودہ معنی ملے یعنی ''اللہ والا''، یعنی قُربِ الٰہی سے مشرّف شخص، عالمِ دین، عالم باعمل صاف ظاہر ہے ''اللہ والے'' کا سیاست سے کیا لینا دینا۔ لہٰذا یہ معنی نواز شریف صاحب پر چسپاں نہیں ہوتے۔

اس کے بعد مولوی فیروز الدین صاحب کی فیروز اللغات کو دیکھا۔ انہوں نے ''مولوی'' کے معانی شرعِ اسلام کے احکام ماننے والا۔ عالمِ دین، فقیہہ، پابند شریعت، معلّم، مُدرّس، علماء کا لقب۔ اس ڈکشنری میں بعض اور الفاظ کے معانی بھی مل گئے جس سے لفظ ''مولوی'' کو سمجھنے میں مدد ملی۔ مثلاً مولوی گری (پڑھانے کا پیشہ)، مولویت (مولوی پنا)، مولون (مولوی کی بیوی، مسائلِ اسلامی کی عالمہ)۔ اگر تمام معانی کو ذہن میں رکھا جائے تو یہ اُردو لفظ بھی میاں صاحب پر چسپاں نہیں ہوتا۔

چونکہ زرداری صاحب نے اپنی تقریر میں مُلّا عمر کا بھی ذکر کیا تھا، اس لئے مجھے خیال آیا ''مُلّا'' کا لفظ بھی دیکھ لینا چاہیئے۔ مجھے حیرانی ہوئی کہ جناب فیروز الدین صاحب نے ''مولوی'' کی نسبت لفظ ''مُلّا'' کی زیادہ مدارات کی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے: مُلّا، مولیٰ سے بنا ہوا، نہایت عمدہ لکھنے والا، عالم فاضل، مسجد میں نماز پڑھانے والا، بچوں کو پڑھانے والا۔ فیروز اللغات میں ''مولوی'' کے حوالے سے کوئی محاورہ نہیں دیا گیا البتہ مُلّا کے حوالے سے محاورے موجود ہیں:

مُلّا کی داڑھی تبرّک ہی تبرّک میں گئی (بے فائدہ اور فضول خرچ ہونے پر بولتے ہیں)
مُلّا کی دوڑ مسجد تک (ہر شخص کی کوشش اُس کے حوصلے تک ہوتی ہے)
مُلّا کی ماری حلال (بڑے آدمیوں کا بُرا کام بھی اچھا سمجھا جاتا ہے)
مُلّا نہ ہوگا تو کیا مسجد میں اذان نہ ہوگی (کوئی کام کسی کے بغیر رُکا نہیں رہتا)

لغت کی اس سیر کے دوران، دربارِ اکبری کے مشہور ظریف ''مُلّا دوپیازہ'' سے بھی ملاقات ہوگئی۔ پہلی دفعہ علم ہوا کہ حضرت کا نام ابوالحسن تھا۔ اس معاملہ کے بعد بھی یہی

احساس ہوا کہ نواز شریف صاحب پر مُلّا کا لفظ بھی لغوی معنوں میں چسپاں نہیں ہوتا۔ البتہ ''مولوی''، ''مُلّا'' کی سیاسی اور صحافتی معنوں میں جو شناخت میڈیا میں مستحکم ہو چکی ہے۔ وہ یقیناً میاں نواز شریف صاحب پر اطلاق پاتی ہے۔ یعنی دہشت گردی کا مددگار، مذہبی انتہاء پسندوں کا مدّاح' جہادی عناصر کی مفسدانہ پالیسیوں کو اعلانیہ یا در پردہ سراہنے والا' سیاسی مقاصد کیلئے مذہب اور شریعت کے استحصال کو جائز سمجھنے والا۔ ان تمام حوالوں سے ''مولوی'' کا لفظ جناب نواز شریف صاحب پر اطلاق پاتا ہے۔

سابق صدر مشرّف کا بھی میاں صاحب موصوف کے بارے میں یہی خیال ہے۔ مغرب کے اکثر سیاسی مبصّرین اور دانش وروں کی بھی یہی رائے ہے کہ میاں صاحب کی داڑھی ان کے پیٹ میں ہے یعنی اوپر سے وہ بے شک ''کلین شیو'' ہیں مگر سیاسی نظریات و مقاصد میں وہ القاعدہ، طالبان، اور انتہاء پسند جماعتوں کی حلیف تنظیموں کے مداح و معترف ہیں۔ اسی قصہ کیلئے انہوں نے اپنی پارٹی میں ایک ''مشائخ'' وِنگ بھی بنا رکھا ہے۔

پاکستان میں سیاسی عروج و زوال کی سچی کہانیوں سے آگاہ لوگ، میاں نواز شریف صاحب کو جنرل ضیاء الحق صاحب کا ''سیاسی اور روحانی فرزند'' قرار دیتے ہیں۔ جنرل صاحب نے تو اپنی زندگی میاں صاحب کو لگ جانے کی دعا بھی دی تھی۔ یہ دعا بہت جلد قبول ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض دل جلے اُنہیں ''مارشل لاء کے گملے کی پنیری'' کہہ کر یاد کرتے ہیں۔ بعض اور'' مہربان'' اس سے زیادہ تیز نشتر اُن کی رگِ جان پر چلاتے رہتے ہیں۔ آپ جیسے دانش وروں کا فرض ہے کہ جذباتی وابستگی کو برطرف رکھ کر، حقائق کا تجزیہ کرنے کے بعد'' مولوی'' کے لفظ کی حُرمت وعظمت کا پرچم بلند کریں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس ذرا سی بے ضرر صحافتی شوخی سے اسلام کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوا!

آپ سے استدعا ہے کہ درج ذیل نکات کا تجزیہ کرنے کے بعد' ایک بار پھر اس موضوع پر غور فرمائیں:

1۔ میاں صاحب پر الزام ہے کہ وہ القاعدہ کے زعیم' اُسامہ بن لادن سے چار پانچ مرتبہ ملے ہیں۔ بعض نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اُن سے ترقیاتی منصوبوں کے نام پر فنڈز بھی لئے ہیں۔ اس کا ذکر اخبارات و جرائد میں آچکا ہے۔

2۔ اُسامہ بن لادن کی مذہبی سوچ' عورت کی حکمرانی سے ہم آہنگ نہیں تھی۔ اس حوالے سے وہ بے نظیر بھٹو کے پاکستان میں برسرِ اقتدار آنے کے سخت مخالف تھے۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے سعودی عرب میں پاکستان کے بعض سیاسی لیڈروں کو مدعو کر کے خطیر رقوم دیں تا وہ ہر قیمت پر بے نظیر کا راستہ روکیں۔ رقم وصول کرنے والوں میں میاں صاحب کا نامِ نامی بھی شامل ہے۔ چند روز قبل بھی پاکستان کے کسی چینل پر اس واقعہ کی بازگشت سُنی گئی۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ میاں صاحب پر اسامہ بن لادن کی ''نظرِ کرم'' رہی ہے!

3۔ اکثر صحافی حضرات جانتے ہیں کہ میاں صاحب کو'' امیر المومنین'' کہلوانے کا شوق ہے۔ اُن کے جلسے جلوسوں اور وزارتِ عظمٰی کے ایوان میں ان کے عقیدت مند'' امیر المومنین نواز شریف'' کے نعرے لگاتے رہے ہیں۔ عین ممکن ہے یہ جذبہ ان میں'' امیر المومنین ۔ مُلّا عمر'' کے نقشِ قدم پر چلنے کیلئے بیدار ہوا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ زرداری صاحب نے مُلّا عمر اور میاں صاحب کی ایک جیسی'' سوچ'' کا اپنی تقریر میں حوالہ بھی دیا۔ میاں صاحب کے سیاسی دامن پر بعض اور داغ بھی ہیں۔ مگر مندرجہ بالا تین واقعات سے بھی ایک زیرک انسان بہت کچھ اخذ کر سکتا ہے۔

تاریخِ ادیان اور خاص طور پر تاریخ کے مطالعہ سے علماء کی دو اقسام کا علم ہوتا ہے:

1۔ علمائے ربّانی یعنی علمائے حق

2۔ علمائے سُو یعنی علمائے ظواہر

یہود کے ان علماء کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی شناخت سے محروم رہ گئے' قرآن مجید نے ان کو گدھوں سے تشبیہہ دی ہے جن پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔(سورۃ الجمعہ آیت 5)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود انجیل مقدس میں اپنے زمانے کے فقیہوں اور فریسیوں کو سخت الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ یقیناً یہ الفاظ ان علماء پر چسپاں ہوتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیے:

''اے سانپ کے بچو! تم بُرے ہو کر کیونکر اچھی باتیں کہہ سکتے ہو؟ کیونکہ جو دل میں بھرا ہے وہی مُنہ پر آتا ہے۔''

(انجیل متی باب 12آیات 35,34)

فقیہوں اور فریسیوں نے حضرت عیسیٰ سے کوئی نشان رمعجزہ دکھانے کی درخواست کی آپ نے ان علماء کی شرارت کو بھانپ کر یہ جواب دیا:

''اس زمانہ کے برے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ نبی کے نشان کے سوا اور کوئی نشان اُن کو نہ دیا جائے گا''

(انجیل متی باب 12آیات 40.39)

یہ بھی یاد رہے کہ ''عُلماءِ سُو'' تھوڑی بہت تعداد میں ہر دَور میں موجود رہے ہیں۔مگر عہدِ حاضر میں اُن کی کثرت ہوگئی ہے کیونکہ حدیث کی علامات منطبق ہوگئی ہیں۔

میں یہ بھی عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ ''علماءِ سُو'' کی اصطلاح عہد حاضر کی ایجاد نہیں ہے بلکہ صدیوں سے اُمّت کے لٹریچر کا حصہ رہی ہے۔حضرت مجدّد احمد سرہندیؒ (جو اکبر و جہانگیر کے عہد کی خرابیوں کے ازالہ کیلئے مامور ہوئے تھے) نے بھی اپنی تحریروں میں علماء ربّانی اور علماء ظواہر' علماءِ سُو کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ 2004ء میں' امامِ کعبہ' فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید نے مسجد حرام میں اپنے ایک خطبہ میں' امت کو درپیش مسائل کا ذکر کرتے ہوئے'' علمائے سُو'' کی اصطلاح بھی استعمال فرمائی۔ARY چینل پر یہ خطبہ سُن کر، میں نے اُسی وقت اپنی ڈائری میں اس کا خلاصہ درج کرلیا۔

جب زرداری صاحب نے نواز شریف صاحب پر'' مولوی'' کا لفظ چسپاں کیا تو اُس وقت وہ مثنوی مولانا رُوم کے حوالے سے مذکور'' مولوی'' کا اطلاق نہیں کر رہے تھے

مثنویٔ معنویٔ مولوی   ہست قرآں درزبانِ پہلوی

بلکہ اس زمرے کا مولوی مراد تھا جس کا ذکر حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ نے فرمایا ہے یا امام کعبہ جس کی کرتوتوں کا ذکر فرما رہے تھے یعنی علماءِ سُو۔آپ خواہ مخواہ تکلّف کر کے ایسے'' مولوی'' کے سر پر عظمت اور رُوحانیت کا تاج سجانے کی زحمت فرما رہے ہیں۔

تاریخ اسلام کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ'' علمائے سُو'' نے اپنے اپنے ادوار کے علمائے ربّانی پہ کیسے کیسے ظلم ڈھائے ہیں۔اس مختصر سے خط میں چند اشارے ہی ممکن ہیں۔اس موضوع پر تحقیق و تفتیش سے اور بہت ملتے جُلتے واقعات سامنے آتے جائیں گے۔علمائے ربّانی سے محبت وعقیدت کے چراغ تو آج بھی روشن ہیں مگر علماءِ سُو' عرصہ ہوا' ذلّت اور رسوائی کی گرد وغبار کی نذر ہو چکے ہیں۔عہدِ حاضر کے علمائے سُو کے اصل مقام کی تعیین پر ایک دو صدیاں تو لگ ہی جائیں گی۔تحسین و آفرین کے ان ڈونگروں کو بے رحم مؤرّخ اپنی ٹھوکروں سے اُڑا دے گا۔تاریخ کی اس شہادت کو رَدّ نہیں کیا جاسکتا۔

ایک زمانے میں خوارج کا کتنا زور تھا۔حضرت علیؓ کا قاتل عبدالرحمٰن ملجم ایک بڑا قاری تھا۔حضرت نبی کریم ﷺ کی اس گمراہ فرقے کے بارے میں پیشگوئی تھی کہ قرآن بہت پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔عہدِ حاضر کے القاعدہ' طالبان اور اسی قسم کے حزب اور جیش' انہی'' خوارج'' کے جانشین ہیں!

حضرت امام حسینؓ کے قتل کا فتویٰ دینے والا شخص بھی'' قاضی'' تھا۔

حضرت امام مالکؒ' امام احمد بن حنبلؒ اور امام تیمیہؒ کو سزائیں دلوانے والے اور قید خانوں میں جھونکنے والے'' علمائے سُو'' ہی تھے۔حضرت امام بخاریؒ اسی قسم کے علماء

کے مظالم سے تنگ آ کر روتے روتے اس دنیا سے گزر گئے ع

گاہے گاہے بازخواں ایں قصہء پارینہ را

پھر یہ ''حضرات''، جس قسم کے مضحکہ خیز فتوے دیتے آئے ہیں، اُن پر غور وفکر سے ان کے 'تفقہ فی الدین' کے پردے بھی چاک ہوتے رہے ہیں۔ ترکی میں خلیفۃ المسلمین کے حضور علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ ''پرنٹنگ پریس'' پر قرآن مجید کا چھاپنا ''حرام'' ہے! اب فرمایئے کہ اُس کے عہد کا یہ ''حرام'' کام کس کثرت اور وسعت سے کیا جارہا ہے؟ پھر کون سی نئی چیز اور ایجاد کو' علماءِ سُو'' نے حرام قرار نہیں دیا۔ کیمرہ، لاؤڈ سپیکر، ٹی وی، ایکس رے مشین یہ سب چیزیں ''حرام'' رہ چکی ہیں۔ خون دینا بھی حرام، آنکھ کا عطیہ کرنا بھی حرام، اعضاء کی پیوند کاری بھی حرام۔ ایک دور میں انگریزی کی تعلیم بھی حرام۔ جب حضرت سیّد ولی اللہ شاہ دہلویؒ نے قرآن کریم کا فارسی میں ترجمہ کیا وہ بھی حرام اور کفر۔ علماء سُو کی ایک نسل نے ان ایجادات کو'' حرام'' قرار دیا مگر انہی کی نسل نے ان کے'' حلال اور طیب'' ہونے سے دوسروں سے بڑھ کر فائدہ اُٹھایا۔ آج ہر چھوٹی بڑی مسجد کے میناروں سے آٹھ آٹھ دس دس لاؤڈ سپیکر بندھے ہوتے ہیں۔ اُنہیں دیکھ کر کون مان سکتا ہے کہ کبھی ان کے'' حرام'' ہونے کا فتویٰ انہی مساجد کے منبر ومحراب سے جاری ہوا تھا؟ بہت کم لوگوں کو احساس ہے کہ ہم مولویوں کے کنفیوژن کی ماری ہوئی قوم ہیں۔ یہی علماء ہیں جو حلال کرنے پر آئیں تو غلط شکل میں اُس '' حلالہ'' کو بھی حلال کر دیتے ہیں۔ جس کے کرنے والے اور جس کیلئے کیا جائے، دونوں پر حضرت نبی کریم ﷺ نے لعنت کی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)۔

یہ بات گوش گزار کرنے کیلئے، میں نے عریضہ لکھا ہے کہ ایسے' علماءِ سُو'' نہ محترم ہیں نہ معظّم۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے انہیں'' آسمان کے نیچے بدترین مخلوق'' قرار دیا ہے۔ داڑھی اور عمامہ بے شک محترم علامات ہیں مگر ان کے ساتھ تقویٰ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ علماء کے ظاہر سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ ابوجہل، عتبہ، شیبہ سب کفار مکّہ کی لمبی لمبی داڑھیاں تھیں، اور سب فصیح وبلیغ عربی میں کلام کرتے تھے۔ ہاں میں ہاں ملانے والے سیاسی کارکنوں کے لشکر ان کے آگے پیچھے رہتے تھے اور یہ سب بڑی آن بان سے مکّہ کے پارلیمنٹ ہاؤس'' دارالندوہ'' میں آتے جاتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے' اُن کی داڑھیوں' جُبّوں اور عماموں کے باوجود' اُنہیں حَلَّافٍ مَهِينٍ' ..مُعْتَدٍ اَثِيمٍ' عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِيمٍ کہہ کر یاد فرمایا ہے (سورۃ القلم آیات 10تا13)

علماء آپ کے ٹاک شوز میں آتے رہتے ہیں۔ محترم مفتی عبدالقوی صاحب سے مجھے حسنِ ظن ہے۔ وہ صائب الرائے شخصیت ہیں۔ اُن کی لائبریری میں یہ سب کتب ہونگی۔ ان حوالہ جات کی صحت کے بارے میں اُن کی رائے لے لیجئے۔ وطنِ عزیز کیلئے دعا ہی لب پر آتی ہے مگر مذہبی اور سیاسی لیڈروں کے انداز، اور حقوقِ انسانی کی پامالی دیکھ کر درج ذیل شعر نوشتہء دیوار بن کر سامنے آجاتا ہے ؎

اِن اونچے پیڑھے والوں کا اُس وقت تماشا کیا ہوگا
تقدیر کا ڈمرو باجے گا جب تگنی ناچ نچاون کو

والسلام
خیراندیش
لطف الرحمٰن محمود

جماعت احمدیہ امریکہ کے خبر ناموں کی مختصر تاریخ

سید ساجد احمد

1977ء میں غانا افریقہ سے امریکہ واپس آتے ہوئے میں یورپ کے کچھ ملکوں میں ٹھہرا۔ جہاں یورپ میں جماعت احمدیہ کی اسلام پھیلانے کی کوششوں کو مساجد اور مبلغین اور جماعتوں اور نئے مبائعین کی صورت میں بچشم خود دیکھنے کا موقعہ ملا۔ یہ بھی دیکھا کہ نامساعد حالات میں بہت ہی کم سرمایہ سے اعلائے کلمہء اسلام کا ضروری کام کتنی محنت، محبت اور دلجمعی سے کیا جارہا تھا اور بہت سی باتوں کے علاوہ ایک بات جو میں نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ جوں ہی ربوہ سے الفضل کا تازہ پرچہ آتا فرانکفورٹ میں متعین مولانا جلال شمس صاحب خطبہ اور ضروری حصوں کی نقول فرما کر جرمنی میں مقیم سب احمدی خاندانوں کو بڑے اہتمام سے جتنی جلدی ہوسکتا بھجواتے۔ ان کا یہ طریق کار میرے دل میں بیٹھ گیا اور بہت بھایا۔ خلیفہ وقت کا خطبہ ہر احمدی کے لئے ہفتہ وار روحانی غذا ہے۔ چونکہ وقت کے تقاضوں کے پیش نظر یہ خطبے ارشاد فرمائے جاتے ہیں اس لئے ہر احمدی کیلئے ان دنوں کیلئے خاص طور پر اور عمر بھر کیلئے عام طور پر ایک مشعل راہ ہیں۔ اور ان کا ہر احمدی تک فوراً پہنچنا بہت ضروری ہے۔ یہی ضرورت تھی جو بعد میں کیسٹس کے ذریعے دنیا بھر میں پوری کی گئی اور اب مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (MTA) کے ذریعہ تمام عالم میں پوری کی جارہی ہے۔

جب مولانا عطاء اللہ کلیم مرحوم کا کیلیفورنیا میں تقرر ہوا تو انہوں نے قرآنی ہدایت وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (سورة الشّورىٰ :39) کے مطابق مجھ سے پوچھا کہ جماعت کے لئے کیا خدمت کی جاسکتی ہے۔ یہ بات ذہن میں آئی اور میں نے اُن سے اس کا ذکر کر دیا۔ انہیں بھی بہت پسند آئی اور مقامی جماعت کی تربیت اور تعلیم کیلئے اس کی ضرورت بھی تھی۔ انہوں نے فوراً اس پر عمل شروع کر دیا۔ شروع میں الفضل سے اور بعد میں جماعت کی دیگر کتب اور رسائل سے ضروری حصے نقل کر کے احباب کو بھجوانے شروع کر دیئے۔ پہلے ایک ورق، پھر دو اور پھر صفحات ضرورت کے مطابق بڑھتے گئے۔

سب سے پہلا پرچہ صرف ایک صفحے کا تھا اور لیگل سائز کے کاغذ پر چھپا تھا۔ اس پر اخبار احمدیہ لکھا تھا اور کوئی تاریخ درج نہ تھی۔ دوسرے پرچے پر یکم جون 1979ء کی تاریخ لکھی ہے۔ پہلے بارہ پرچے لیگل سائز کے کاغذ کے صرف ایک صفحہ پر چھپتے رہے۔ نمبر 13 تا 17 آدھے لیگل کاغذ کے چار صفحوں پر چھپے۔ یکم دسمبر 1979ء سے پرچہ لیٹر سائز پر چھپنا شروع ہوا۔ اس سائز کے پہلے شمارے کے چار صفحے تھے۔ پہلے نو شماروں پر اخبار احمدیہ لکھا گیا۔ ایک روز مولانا نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اس کا کوئی نام ہونا چاہیئے۔ میری اہلیہ سیدہ بشریٰ سلطانہ نے ''النور'' کا نام تجویز کیا جو بالکل اس کی ماہیت کے مطابق ہے۔ آپ کو یہ نام پسند آیا، چنانچہ دسویں شمارے کے سرِ ورق پر میں نے اپنے ہاتھ سے النور لکھا۔

جلد ہی النور مہینہ میں دو بار چھپنا شروع ہو گیا۔ پہلے سال (1979-1980) اس کے 29 شمارے شائع ہوئے جو 98 صفحات پر مشتمل تھے۔ 3336 Maybelle Way, Oakland CA سے جلد 2 نمبر 4 تک شائع ہوتا رہا۔

جلد 2 نمبر 13 (16 جنوری 1981) تک رسالہ النور 434 Peppertree Road, Walnut Creek CA سے شائع ہوتا رہا۔ پہلے صرف امریکہ کے مغربی ریجن کے احمدیوں کو بھیجا جاتا تھا۔ مرکز نے اس کی افادیت کو محسوس کیا، مرکز کی ہدایت کے مطابق آپ نے اسے سارے ملک امریکہ کے احمدیوں کو بھجوانا شروع کر دیا۔ دوسرے سال اس کے 23 شمارے چھپے جو 172 صفحات پر مشتمل تھے۔

پہلے پانچ چھ سال کے النور کے شماروں پر مندرجہ ذیل مدیروں کے نام درج ہیں:

پہلے نو شماروں (مئی 1979 تا اگست 1979) پر کوئی ادارتی نام درج نہیں کیا گیا۔ یہ شمارے مولانا کی ہدایات کے مطابق خاکسار نے تیار کئے۔

جلد 1 نمبر 10 (اگست 1979ء) سے جلد 2 نمبر 4 (یکم اگست 1980ء) مرتبہ۔ مولانا عطاء اللہ کلیم، یہ شمارے بھی مولانا کی ہدایات کے مطابق خاکسار نے تیار کئے۔

جلد 2 نمبر 5 (15 اگست 1980ء) سے نمبر 13 (16 جنوری 1981ء) مدیر: مولانا عطاء اللہ کلیم، مرتب: سید ساجد احمد

جلد 2 نمبر 19 (مئی 1981ء) تا جلد 3 نمبر 2: مدیر: مولانا عطاء اللہ کلیم، نائب مدیر: انعام الحق کوثر

جلد 3 نمبر 3 (مارچ 1982ء) تا جلد 5 نمبر 14 (16 جولائی 1983ء) مدیر: مولانا عطاء اللہ کلیم، مرتب: سید ساجد احمد

جلد 5 نمبر 15 (1 اگست 1983ء) تا نمبر 24 (15 دسمبر 1983ء) مدیر: مولانا عطاء

اللہ کلیم، نائب مدیر: منیر احمد چودھری

جنوری 1984ء سے ادارت کا کام مولانا شیخ مبارک احمد مرحوم نے اپنے ذمہ لے لیا۔ النور کی مقبولیت کے ساتھ اس بات کی ضرورت شدّت سے محسوس کی گئی کہ انگریزی بولنے والے احمدیوں کو بھی ان برکات میں شامل کیا جائے چنانچہ ایک انگریزی اخبار بھی آپ نے مرتب کرنا شروع کر دیا۔ پہلا شمارہ اکتوبر 1979ء کا تھا۔ اس کا نام The Guidance تھا۔ گائڈینس کے چار شمارے شائع ہوئے، اکتوبر میں تین اور نومبر میں ایک۔ یہ آدھے لیگل سائز کے چار صفحوں پر مشتمل تھے۔ دسمبر 1979ء سے آپ نے احمدیہ گزٹ چھاپنا شروع کیا جو لیٹر سائز پر چھپتا تھا۔ جولائی 1980ء تک والنٹ کریک کیلیفورنیا سے ہر ماہ چھپتا رہا۔ جنوری 1981ء سے واشنگٹن ڈی سی سے چھپنا شروع ہوگیا۔ دسمبر 1983ء تک کے شماروں کے آخر میں لکھا ہے کہ یہ مولانا عطاء اللہ کلیم نے شائع کئے۔

مقامی جماعت کے پاس اس وقت اتنی طاقت نہ تھی کہ اعلیٰ قسم کا برقی ٹائپ رائٹر مہیا کر سکتی۔ اس وقت کمپیوٹر کا اتنا رواج نہ تھا۔ آپ کو دونوں ہاتھوں کی ساری انگلیاں استعمال کر کے ٹائپ کرنے کی مشق نہ تھی۔ چنانچہ ٹائپ رائٹر پر ایک ایک حرف دبا کر معمولی ٹائپ رائٹر پر مضمون تیار کرتے۔ بہت جگہ پتہ کرنے کے بعد برکلی میں ایک سستا ٹائپ سیٹ کرنے والا شخص ڈھونڈا تا کہ ٹائپ شدہ مضامین کو چھپنے کے قابل صورت میں صفحہ قرطاس پر ڈھالا جا سکے۔ مضمون بس اور ریل کا سفر کر کے وہاں لے جاتے اور جب وہ سیٹ کر لیتا تو دوبارہ مضمون لینے جاتے۔ پھر وہ مضامین لے کر بس اور ریل کے ذریعہ سان ہوزے کیلیفورنیا میں ہمارے گھر 2129 Luz Avenue پر لاتے اور ہم رات گئے تک ان مضامین کو احمدیہ گزٹ بنانے کیلئے کالم بہ کالم، صفحہ بہ صفحہ نظر افروزیٔ احباب کے لئے سجاتے اور پریس کے چھاپنے کیلئے کیمرہ ریڈی کاپی تیار کرتے۔ اسی طرح ''النور'' تیار ہوتا۔ پھر مولانا کیمرہ ریڈی کاپی لے کر بس اور ریل کا سفر کرتے پریس دے کر آتے۔ گزٹ اور النور کو سارے ملک میں تقسیم کیلئے بڑی تعداد میں چھپوانا پڑتا تھا۔ آپ کے پاس کار نہ تھی، نہ لائسنس۔ کبھی کبھار کوئی دوست مدد کیلئے مل جاتے کیونکہ یہ کام عموماً دن کو ہوتے جبکہ احباب اپنے اپنے کاموں پر گئے ہوتے۔ چنانچہ آپ بڑے بڑے وزنی ڈبے اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر پریس سے بس اور ریل پر سفر کرتے اپنے گھر لے جاتے۔ سٹیشن ان کے گھر سے کچھ دُور تھا۔ اگر میں نے ان سے استفسار نہ کیا ہوتا تو مجھے بالکل علم نہ ہوتا کہ وہ یہ سب وزن خود اٹھا کر پریس سے گھر تک لاتے تھے۔

عموماً جمعہ اور اختتام ہفتہ احباب مشن میں آتے تھے۔ اور جماعتی ضرورتوں میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ سو اگر تو النور یا گزٹ جمعرات یا جمعہ کی صبح تیار ہوتا تو احباب کی مدد سے ان پر پتے لگا لیتے۔ لیکن اگر کسی اور روز چھپتا تو پھر انتظار نہ کرتے اور خود ہی احباب کے پتوں کے لیبل لگا لیتے اور پھر اس سارے وزن کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر دستوں کو بھجوانے کیلئے ڈاکخانہ لے جاتے۔ اس کا بھی انہوں نے میرے پوچھنے کے بغیر ذکر نہیں کیا۔ اسی طور پر وہ مہینہ میں تین شمارے شائع کرتے۔ النور کے دو اور گزٹ کا ایک۔

مارچ 1984ء سے النور اور احمدیہ گزٹ علیحدہ علیحدہ رسالہ ہونے کی بجائے اکٹھے ایک ہی رسالے کی صورت میں چھپنا شروع ہوئے۔ 1984ء میں انگریزی احمدیہ گزٹ کے ایڈیٹر اِن چیف: مبشر احمد، ایڈیٹر: مقبول قریشی اسسٹنٹ ایڈیٹر مرزا محمود احمد تھے اور اردو النور کے مدیر منیر احمد چودھری، امین اللہ سالک اور مفتی احمد صادق تھے۔

1985ء کے النور کے جنوری، فروری اور مارچ کے شماروں پر مدیر امین اللہ سالک اور مفتی احمد صادق ہیں۔ نومبر دسمبر کے شماروں پر قریشی مقبول احمد اور مفتی احمد صادق ہیں۔

احمدیہ گزٹ کے شماروں پر ان کے آخر پر درج تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگست 1983ء سے فضل عمر پریس ایتھنز اوہائیو سے چھپنے لگے۔ فضل عمر پریس اور ڈاکٹر بشارت منیر مرزا کو جماعتی کتب کے چھاپنے میں بہت خدمت کا موقع ملا ہے۔

نوٹ از ایڈیٹر رسالہ النور اور احمدیہ گزٹ

1985 میں احمدیہ گزٹ کے مدیر مقبول قریشی صاحب تھے جبکہ رسالہ النور کی ادارت کے فرائض امین اللہ سالک صاحب نے سرانجام دیئے۔

1989-1992۔ اس دوران احمدیہ گزٹ کے مدیر اے۔ ایف۔ عمر خان صاحب اور رسالہ النور کے مدیر ظفر سرور صاحب تھے۔

1993-1995 میں گزٹ کی مجموعی طور پر ذمہ داری ظفر سرور صاحب کے سپرد رہی۔

1996 کے گزٹ اور رسالہ کے ادارۂ تحریر میں کوئی نام مذکور نہیں۔ جبکہ اشاعت خدا کے فضل سے جاری رہی۔

1997-2002 کے عرصہ میں مولانا شمشاد احمد ناصر صاحب کو گزٹ اور رسالہ کی بحیثیت مدیر خدمت کی توفیق ملی۔

فروری۔ اپریل 2004ء کے شمارے کی ادارت عمران حیٔ اور ناصر جمیل صاحب کے حصہ میں آئی۔

مئی 2004ء تا حال، خدا کے فضل سے ڈاکٹر نصیر احمد کو بحیثیت ایڈیٹر انچیف اور ڈاکٹر کریم اللہ ذیروی، کو بحیثیت مدیر' احمدیہ گزٹ اور رسالہ النور اور حسنی مقبول احمد کو بطور معاون رسالہ النور کی خدمت کی سعادت مل رہی ہے، الحمدللہ علےٰ ذٰلک۔

صغیرہ گناہ، کبیرہ کس طرح بنتے ہیں

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد
arshimalik50@hotmail.com

ہم میں سے ہر انسان حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا کی اولاد ہے اور خطا کا پُتلا ہے اس لئے ہم سے کسی لغزش کا ارتکاب ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ حضرت آدمؑ کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ انہوں نے لغزش کا ارتکاب ہونے کے بعد ربّنا ظلمنا انفسنا کا وِرد کیا اور اللہ کے حضور گریہ وزاری کی انتہاء کر دی۔ سو ہم سب کے لئے اپنے جدِ امجد کی سنت پر چلنا لازمی ہے۔ ہماری روزمرہ زندگی میں ہم سب سے کسی نہ کسی گناہ کا ارتکاب ہوتا رہتا ہے۔ مختلف علماء کرام نے مختلف گناہوں کو صغیرہ اور کبیرہ گناہ کر کے گنوایا ہے۔ ہم یہاں اس بحث میں نہیں پڑتے کہ کون سا گناہ صغیرہ اور کون سا کبیرہ ہے بلکہ منطقی انداز سے یہ بیان کرتے ہیں کہ ہماری کم علمی اور غفلت کی وجہ سے کس طرح ہمارے صغیرہ گناہ کبیرہ بن جاتے ہیں۔ ان صغیرہ گناہوں کے کبیرہ گناہ بن جانے کے کچھ بنیادی اسباب ہیں ان کا بیان کرتے ہیں۔

پہلا سبب

گناہ پر ڈٹ جانا اور اسے بار بار کرنا۔ اصرار کی صورت میں صغیرہ گناہ کبیرہ بن جاتا ہے اور استغفار کی صورت میں کبیرہ گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ اگر ایک کبیرہ گناہ کے بعد آدمی دوسرا کبیرہ گناہ نہ کرے تو معافی کی زیادہ امید ہوتی ہے بہ نسبت اس صغیرہ گناہ کے جس پر آدمی ڈٹا رہے، اس کی مثال ایسے ہے جیسے پتھر پر پانی کا ایک قطرہ مسلسل گرتا رہے تو وہ پتھر میں سوراخ کر دیتا ہے گو کہ وہ ایک معمولی قطرہ ہے لیکن ایک ہی دفعہ بہت سا پانی پتھر پر ڈال دینے سے ایسا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''کہ بہترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگر چہ وہ کم ہو''۔ جس طرح اچھا دائمی عمل فائدہ مند ہوتا ہے اگر چہ کم ہو اسی طرح چھوٹے گناہ جب بار بار کئے جائیں تو دل کو تاریک کرنے کی زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ انسان اچانک کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو جائے اور اس کے آگے پیچھے کوئی صغیرہ گناہ نہ ہو۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ زنا کرنے والا اچانک زنا کرے اور اس سے پہلے ارادہ اور زنا کے مقدمات نہ ہوں۔ ایسا بھی بہت کم ہوتا ہے کہ کسی سابقہ دشمنی کے بغیر اچانک کوئی قتل جیسے گناہ کا مرتکب ہو جائے یا اچانک ڈاکہ ڈالنے چل پڑے۔ تو ہر کبیرہ گناہ سے پہلے بہت سے صغیرہ گناہ سرزد ہوتے ہیں جو نوبت یہاں تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور اگر کبیرہ گناہ کا اچانک ہونا متصور ہو اور آدمی اسے دوبارہ بھی نہ کرے تو اس میں اس صغیرہ کے مقابلے میں معافی کی زیادہ اُمید ہوتی ہے جس پر آدمی ڈٹا رہتا ہے۔

دوسرا سبب

صغیرہ گناہ کے کبیرہ بن جانے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ انسان اس کو معمولی سمجھے۔ جب انسان کسی گناہ کو معمولی اور چھوٹا سمجھتا ہے اور اس پر مُصر رہتا ہے تو وہ گناہ اللہ تعالیٰ کے حضور بڑا ہو جاتا ہے اور جب انسان کسی گناہ کو بڑا سمجھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں چھوٹا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ گناہ کو بڑا سمجھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دِل میں اس سے نفرت پائی جاتی ہے اور وہ اسے ناپسند کرتا ہے۔

اور یہی نفرت گناہ کی شدتِ تاثر کے راستے میں رکاوٹ بنتی ہے جبکہ گناہ کو معمولی سمجھنا اس سے اُلفت کی علامت ہے اور اس سے دل پر گہرا منفی اثر مرتب ہوتا ہے جو دل کو سیاہ کرنے کا باعث بنتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''مومن اپنے گناہ کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے اس کے اوپر ایک پہاڑ ہو اور اس کے اس پر گرنے کا ڈر ہو اور منافق اپنے گناہ کو مکھی کی طرح دیکھتا ہے جو اس کے ناک پر سے گزرتی ہے تو وہ اسے اُڑا دیتا ہے''۔ مومن کے دل میں گناہ کے پہاڑ جیسا بڑا ہونے کا خوف اس لئے ہوتا ہے کیونکہ وہ جلالِ الٰہی کا علم رکھتا ہے اور جب وہ دیکھتا ہے کہ جس کی اس نے نافرمانی کی ہے وہ بہت بڑی ذات ہے تو وہ صغیرہ گناہ کو بھی کبیرہ سمجھتا ہے۔

اسی اعتبار سے بعض عارفین نے فرمایا کہ صغیرہ گناہ کا وجود ہی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہر مخالفت گناہِ کبیرہ ہے۔ اسی طرح بعض صحابہ کرام نے تابعین سے فرمایا کہ تم ایسے اعمال کرتے ہو جو تمہاری نگاہ میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں جب کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ان کو مہلکات میں شمار کرتے تھے کیونکہ جلالِ خداوندی کے حوالے سے صحابہ کرامؓ کو معرفتِ تامہ حاصل تھی۔

تیسرا سبب

صغیرہ گناہ کے کبیرہ بننے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس کی پردہ پوشی فرمائی ہے نیز اسے ڈھیل دی ہے اسے معمولی چیز سمجھے، گناہوں پر دلیر ہو جائے اور یہ سمجھنے لگے کہ گناہوں پر اس کا قادر ہونا اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے اور ایسا اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خبری اور انسان کی جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جیسے کہ ارشادِ خداوندی ہے کہ "اور وہ اپنے آپ سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری باتوں پر ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا، تو انہیں جہنم کافی ہے وہ اس میں داخل ہوں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے لوٹنے کی"۔

چوتھا سبب

یہ ہے کہ انسان گناہ کر کے اسے ظاہر کرے یعنی ارتکاب گناہ کے بعد اس کا ذکر دوسروں کے سامنے کرے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ پر اپنی بُردباری کی وجہ سے جو پردہ ڈالا تھا یہ اس پردے کو اٹھا دے۔ دوسروں کے سامنے ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے گناہ کو معمولی سمجھتا ہے یا دوسرے کو برائی کی ترغیب دیتا ہے یا اسے اپنے فعل پر گواہ بناتا ہے تو یہ سب باتیں جُرم ہیں جو صغیرہ گناہ کے ساتھ مل کر اسے کبیرہ بنا دیتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ "تمام لوگوں کے لئے معافی ہے لیکن گناہ ظاہر کرنے والوں کے لئے نہیں۔ تم میں سے ایک گناہ کی حالت میں رات گزارتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈالا پس صبح وہ اللہ تعالیٰ کے پردے کو پھاڑ دیتا ہے اور اپنا گناہ بیان کرتا پھرتا ہے"۔

یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور نعمتوں میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ وہ خوبصورت چیزوں کو ظاہر کرتا اور بری چیزوں کو چھپاتا ہے اور پردہ دری نہیں فرماتا پس گناہ کا اظہار اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہے۔ اسی لئے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ گناہ نہ کرو اور اگر ہو جائے تو اس کا اظہار کر کے دوسروں کو اس کی ترغیب نہ دو اس طرح کرنے سے دو گناہ ہو جائیں گے۔ جب انسان کسی گناہ سے لذت حاصل کرتا اور اس پر خوشی اور فخر کا اظہار کرتا ہے تو وہ کبیرہ ہو جاتا ہے اور دل کی سیاہی پر اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ بعض لوگ اپنے گناہ پر خوش ہوتے اور فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے کس طرح فلاں کی عزت کو تار تار کیا اور دوکان دار کہتا ہے کہ میں نے کس طرح فلاں کو بے وقوف بنا کر ناقص مال بیچ دیا اور کوئی نوجوان کہتا ہے کہ میں نے فلاں لڑکی کو کیسا محبت کے جال میں پھنسا کر اپنا الو سیدھا کیا یا میں نے کس ہوشیاری سے جعلی نوٹ چلا دیا یا کسی کا موبائل فون ہتھیا لیا وغیرہ وغیرہ۔ پس اپنے گناہ پر خوشی اور فخر کرنے والا اسے کبیرہ بنا دیتا ہے۔

پانچواں سبب

صغیرہ گناہ کے کبیرہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گناہ کرنے والا عالم ہو اور لوگ اس کی اقتداء کرتے ہوں۔ جب وہ اس کا ارتکاب یوں کرے کہ لوگ دیکھ رہے ہوں تو یہ کبیرہ گناہ ہو جائے گا۔ مثلاً کوئی عالم ریشمی لباس پہنے، زیب و زینت اور کروفر کے ساتھ باہر نکلے، امراء اور حکمرانوں کے ساتھ میل جول رکھے اور غریبوں کو نظر انداز کرے، دوسرے علماء کی عزت کے خلاف زبان کھولے عوام الناس کو نفرت اور تعصب کا سبق پڑھائے اور انہیں اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرے، لوگوں کی جمع پونجی نذرانوں کے نام پر وصول کرے اور شاہانہ زندگی بسر کرے، دنیا کی طرف میلان رکھے، نئی نئی بدعتوں کو رواج دے، یہ وہ گناہ ہیں کہ جن میں عالم کی اتباع کی جاتی ہے۔ اب وہ عالم دنیا سے رخصت بھی ہو جائے تو اس کی برائی باقی رہتی ہے اور عرصہ دراز تک دنیا میں پھیلتی رہتی ہے۔ حدیث شریف ہے کہ "جس نے کوئی برا طریق جاری کیا اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا بھی جو اس پر عمل کریں گے"۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عالم کے لئے خرابی اس کے اتباع کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس سے کوئی لغزش ہو جاتی ہے پھر وہ اس سے رجوع بھی کر لیتا ہے لیکن لوگ اس کام کو کرنے لگتے ہیں اور زمانے بھر میں پھیلا دیتے ہیں۔

بعض بزرگوں نے فرمایا عالم کی لغزش کشتی کے ٹوٹنے کی طرح ہے وہ خود بھی ڈوبتی ہے اور اس میں جو سوار ہیں وہ بھی ڈوبتے ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ عالم کے پھسلنے سے ایک عالم پھسل جاتا ہے اور جیسا کہ گناہوں کی وجہ سے علماء کے لئے سزا زیادہ ہے اسی طرح ان کی نیکیوں کا ثواب بھی زیادہ ہوتا ہے بشرطیکہ شریعت کے مطابق چلیں پس جب زیب و زینت، کروفر کا شوق اور دنیا کا میلان چھوڑ دیں اور تھوڑے سے مالِ دنیا پر قناعت کر لیں حسبِ ضرورت رزق اور سادہ کپڑوں پر صبر کر لیں اور اس طرح ان کی اتباع کی جائے تو انہیں ان کی اتباع کرنے والوں کا ثواب بھی ملے گا اور معاملہ اس کے برعکس ہو تو اتباع کرنے والوں کا گناہ بھی انہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور تمام عیاں اور نہاں بدیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

(اس مضمون کی تیاری میں حضرت امام غزالیؒ کی شہرہ آفاق تصنیف "احیائے علوم" سے استفادہ کیا گیا ہے)

☆......☆......☆......☆

ایک جرمن خاتون کی قبولِ احمدیت کی کہانی

انٹرویو

نسیم رفیق، شگفتہ عزیز شاہ، اسلام آباد

یہ بات ہم کتابوں میں پڑھتے آئے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس قسم کی جماعت چاہتے تھے۔ بلاشبہ ایسی جماعت جو صحابہ رضی اللہ کی خصوصیات رکھتی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مہدیؑ آخر الزمان کی بات کو پورا کیا، آپ کی مراد برآئی آپ کو ایک پاک خو، پاکباز، دل کے مسکین، تکبر کی پلیدی سے پاک، نفسانی جوشوں اور کینوں سے الگ اور جان نثار کر دینے والے خادم عطا ہوئے۔ جو اس پاک باز اور مزکی کے دامن سے وابستہ ہو کر راہِ وفا میں کٹھن سے کٹھن مراحل سے مسلسل استقامت دکھاتے ہوئے درّانہ گزرتے چلے گئے اور ایسے کام کئے جنہیں پڑھ اور سُن کر دل وجد میں آجاتا ہے اور بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ ہاں یہی وہ زندہ جاوید لوگ ہیں جو اپنے دُور افتادہ وطنوں کے ریگزاروں، خارزاروں یا پھر مرغزاروں سے آپؑ کے درِ دولت پر حاضر ہوئے اور یہ کہہ کر اسی در کے ہو رہے کہ ''میں آپ کی راہ میں قربان ہوں، جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے''۔ اس عہد کو دل وجان سے تا دمِ آخر نبھا کر آسمانِ احمدیت پر ہمیشہ کے لئے روشن اور تابندہ ہیں۔ ان پاک بازوں کے گروہ کا ذکر ہمیشہ ہمارے قلوب کو گرماتا اور ایمان کو بڑھاتا رہے گا۔

معزز قارئین! اس رحیم و کریم خدا نے عہدِ حاضر کو بھی تشنہ نہیں رکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوتِ قدسی نے ایسے ہزاروں لوگ پیدا کئے ہیں کہ ایک ایک فرد ایک گوہرِ کمیاب ہے۔ یہ لوگ اپنی ذات میں غیر معمولی صفات کے حامل ہیں۔ وہ اس راہِ محبت کی مسافت (کہ جہاں ہر گام اور ہر موڑ پر جان مال محبت عزت غرضیکہ اپنا سب کچھ لُٹ جانے کا خدشہ تھا) طے کر کے منزل پر پہنچے اور اس مقام پر آئے جو قابلِ رشک اور قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ انہوں نے خدا کے مسیحؑ کی محبت میں دنیا کی محبت کو خیر باد کہہ دیا۔ اپنے نفسوں سے فارغ ہوئے خدا کے ہو گئے اور خدمتِ دین کے لئے خود کو وقف کر دیا۔

ہماری خوش قسمتی اور عین سعادت ہے کہ آج ہم ایک ایسی شخصیت سے ملاقات کرانے جا رہے ہیں جنہوں نے اپنے وطن میں پیغامِ حق سنا، سمجھا اور بلا تذبذب اور بلا تردّد قبول کیا۔ مزاج کی سادہ، نہایت درجہ تواضع اور خاکساری رکھنے والی بلاشبہ مجموعہ حسن وخوبی۔ ان سے بات چیت میں آپ کو شامل کرنا بھی کسی سعادت سے کم نہیں کہ ایسی باتیں دل میں اتر کر روح کو طراوت بخشتیں اور پاک تبدیلی پیدا کیا کرتی ہیں۔ ایسی پاک تبدیلی جو بڑے انقلاب کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہے۔ آیئے ملتے ہیں اپنی ایک بہت پیاری بڑی ہی شفیق جرمن احمدی بہن سے۔

''میرا نام فریدہ ثروت ہے۔ میں 22 سال کی عمر میں اپنے مذہب (پروٹسٹنٹ کرسچن) سے احمدی ہوئی۔ یہ 1960ء کی بات ہے۔ میرے لئے فریدہ نام کا انتخاب احمدیہ مسجد کے امام عبداللطیف صاحب نے کیا۔ یہ مسجد میرے قصبہ ہیمبرگ میں تھی۔ اسلام کا نام میں نے سب سے پہلے تو ہائی سکول میں دورانِ تعلیم سنا تھا لیکن یہ نام منفی طرز میں پیش کیا گیا تھا اور ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ یہ مذہب ایک عرب وحشی نے ایجاد کیا تھا (یہ الفاظ میری اُستاد کے تھے تاہم یہی میرے ذہن میں پیوست رہے) بعد ازاں انگلینڈ میں لسانیات کی طالبہ کی حیثیت سے میں نے ایک لیکچر اسلام کے بارے میں سنا تو میری حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ اسلام تو عیسائیت سے بڑھ کر لوجیکل، معقول اور مبنی بر منطق مذہب ہے۔ میں چونکہ بنیادی طور پر مذہبی سوچ رکھتی تھی لہٰذا یہ بات میرے دل کو لگی۔

جب میں ثروت صاحب سے ملی جن سے بعد میں میری شادی ہوئی تو انہوں نے مجھے احمدیت کے بارے میں بتایا نیز یہ بھی بتایا کہ میرے اپنے علاقے میں ایک مسجد ہے۔ میں نے جرمنی واپس آ کر مسجد سے رابطہ کیا۔ وہاں میں نے لیکچرز سننے شروع کئے، جماعت کا لٹریچر پڑھا کچھ مہینوں کے بعد میں نے بیعت کر لی۔ امام صاحب کا معاون مرزا نامی نوجوان تھا وہ بہت اچھا تھا۔ جرمن زبان بھی بہت اچھی بولتا تھا وہ بہت اچھی اور خوبصورت اذان دیتا تھا۔ اسی نے مجھے ترجمے سے نماز سکھائی۔ میرا خاندان اگرچہ میری تبدیلیٔ مذہب سے خوش نہ تھا لیکن اس نے نہ تو مداخلت کی نہ میرے لئے کسی قسم کے مسائل کھڑے کئے ہاں کسی نے کبھی کھلے دل سے میری بات نہ سنی، جبکہ میں انہیں اسلام کے بارے میں بارہا بتاتی رہی، یہ بات مجھے اکثر بہت دکھی کر دیتی ہے۔

میں سمجھتی ہوں کہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والے کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جنہیں اپنے مذہب اور عقیدے کا کچھ پتہ ہی نہیں ہے۔ وہ چرچ کے اندر زیادہ سے زیادہ کرسمس کے موقع پر ہی جاتے ہیں۔ میں اور ثروت صاحب رابطے میں ہی رہتے تھے اور ان کے خاندان کو اس پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ 1961ء میں میں پاکستان آئی۔ جون 1961ء میں ان کے گھر واقع حسن ابدال میں ہماری شادی ہوئی۔ اس وقت وہاں

جماعت تو تھی نہیں، میرے سُسر محترم اکرام بخش مرحوم اکیلے احمدی تھے۔ واہ کینٹ قریب تھا وہاں کی جماعت والوں نے ہی نکاح پڑھایا۔
میرے میاں (انجینئر کے فوجی دستہ) کے افسر کی حیثیت سے فوج میں خدمات انجام دے رہے تھے لہٰذا اس خوبصورت اور حسین ملک (پاکستان) کی مختلف جگہوں میں تعینات رہتے تھے۔ اور اسی تھوڑے اور قلیل عرصہ کے لئے (اپنے قیام کے دوران) مختلف (احمدیہ) جماعتوں کے رکن بھی رہتے تھے۔ اس طرح آہستہ آہستہ میں نے جماعتی تنظیم اور ڈھانچے کے بارے میں اچھی طرح جان لیا اور میرا خیال ہے کہ یہ نظامِ جماعت منظم ہونے اور اتنی بڑی اور پھیلی ہوئی جماعت تک پہنچنے کا واحد راستہ ہے۔ میں باقاعدگی سے اپنے فرائض ادا کرنے لگی۔ اجلاسات میں باقاعدگی سے شریک ہوتی اور بخوشی جماعتی بہبود کے لئے (مختلف مدّات) میں چندے دیتی، کیونکہ ایک معقول اور کافی رقم کے بغیر کچھ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں میں یہ بتاتی چلوں کہ یہاں پاکستان میں اکثر لوگ وقت کی قدر نہیں کرتے، پابندیٔ وقت کی ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں یہ بات مجھے سخت ناپسند ہے۔ میں شدت سے اس بات کو محسوس کرتی ہوں کہ ایک احمدی کو بہت قابلِ اعتبار، قابلِ اعتماد ذمہ دار اور ہر پہلو سے دوسروں کے لئے نمونہ ہونا چاہیئے۔
ایک چیز جس نے مجھے بہت متاثر کیا وہ 1974ء کے فسادات (جو پاکستان میں ہوئے) میں متاثرہ احمدیوں کا باوقار اور بہترین رویہ ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اس بات نے میرے اخلاص کو اور زیادہ کر دیا۔
اب میں عربی قرآن مجید پڑھنا بھی سیکھ چکی تھی اور اجلاسوں میں جو (سورتیں یا آیات) یاد کرنے کو دی جاتیں زبانی یاد کرتی۔ اسلام اور احمدیت پر مبنی بہت سی کتب رسائل اور کتابچے پڑھتی، اب تک میں کافی کتب اور رسائل پڑھ چکی ہوں۔
1989ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجھے تذکرہ کا انگریزی سے جرمن زبان میں ترجمہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ بعد ازاں ایک چھوٹا سا رواں ترجمہ ایک عالمہ فاضلہ جرمن احمدی بہن خدیجہ نذیر (مرحومہ) کے تعاون سے کیا اس کے بعد ESSENCE OF ISLAM کی تین جلدوں کا ترجمہ کیا اور ہمارے محترم بھائی ہدایت اللہ ہبش (مرحوم) کی خاص درخواست پر مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی حیرت انگیز اور شاہکار تصنیف REVELATION RATIONALITY KNOWLEDGE AND TRUTH کے ترجمہ کا کام ختم کرنے کو کہا گیا جس کے آدھے حصے کے ترجمے کا کام پہلے ہی جرمن زبان میں ہو چکا تھا۔ اس کام کو مکمل کرنے کی جو سعادت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی اس کی وجہ سے ہی میں نے ان مذکورہ کتب کا گہرا اور عمیق مطالعہ کرنے کا موقع پایا، الحمد للہ۔ میری بہت سی مصروفیات ہیں مطالعہ کتب کے علاوہ ایم ٹی اے بہت شوق سے دیکھتی ہوں حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خطبات سنتی ہوں ''الاسلام'' بھی دیکھتی ہوں ہاں انٹرنیٹ کا استعمال بہت زیادہ نہیں کرتی۔
1962ء کے جلسہ سالانہ کے دوران خوش قسمتی سے مجھے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو دیکھنے کی سعادت تو بہت دفعہ حاصل ہوئی لیکن ملاقات کا موقع نہ مل سکا۔ میں حضورِ اقدس ایدہ اللہ کی خدمت میں دعا کے لئے خط لکھتی رہتی ہوں لیکن ابھی تک ملاقات کی سعادت حاصل نہیں ہوئی جس کے لئے میں بہت دعا کرتی ہوں۔
ترجمہ کے کام کے علاوہ میری مصروفیت اپنے علاقہ کی غریب اور مستحق عورتوں اور بچوں کو مفت ہومیوپیتھک ادویہ دینا ہے۔ 2000ء میں ہمارے بہت قریبی عزیز عبداللطیف خان صاحب نے مجھے یہ علم ہومیوپیتھی پڑھنے کی ترغیب دلائی ان کا خیال تھا کہ یہ علم میری فطرت کے عین مطابق ہے۔ بدقسمتی سے میرے اس علاقہ کے لوگ بڑی شدت سے پیروں فقیروں کے زیر اثر ہیں۔ ان کو قائل کرنا بہت مشکل ہے۔ بسا اوقات کوشش کرنا بھی مشکل امر لگتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو میں ان کو تربیتی امور سکھلاتی ہوں مثلاً دوائی بسم اللہ پڑھ کر صحت کے لئے دعاؤں کے ساتھ دائیں ہاتھ سے لیں اور یہ کہ دعا کرتے رہیں کیونکہ شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔
ہم تو صرف دعا کرتے ہیں اور ان کے لئے اچھے جذبات اور نیک خواہشات رکھتے ہیں۔ جب بھی کسی کو ضرورت ہو ہمارے پاس آئے ہم اس کی مقدور بھر مدد کرتے ہیں بہت سے لوگوں کو ہمارے احمدی ہونے کا علم ہے گو اس علاقہ میں مخالفت بہت ہے پھر بھی لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور بہت عزت کرتے ہیں، الحمد للہ۔
میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ ہمارے پیارے اور محبوب امام کو لمبی صحت والی اور کامیابیوں سے بھرپور زندگی عطا فرمائے اور ان کے مشکل اور کٹھن کام میں ان کی تائید و نصرت فرمائے۔ سب احمدیوں کو تقویٰ پر قائم رکھے، امن و حفاظت دے اچھی صحت دے اور ہر جہت سے پھولنے پھلنے کے مواقع عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔
معزز قارئین! سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے نومبائعین کے بارے میں فرمایا تھا کہ ''آپ کا اسلام پر عمل دوسروں سے بہتر نہیں تو وہ سوال کریں گے کہ تمہارا کون سا عمل ہم سے بہتر ہے تم نے زمانے کے امام کو مان کر کونسا انقلاب اپنے اندر پیدا کر لیا ہے''۔
خدا کرے کہ ہم اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے والیاں ہوں وہ پاک تبدیلی جو بڑے انقلاب کا پیش خیمہ ہو۔ خدا کرے کہ ہم میں آگے بڑھنے کی روح پیدا ہو۔ خدا نہ کرے کہ ہم صرف یہ کہہ کر رہ جائیں کہ بعد میں آنے والوں نے منزل کو پا لیا اور ہم سُست رو اور سست گام رہے۔

☆......☆......☆

حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب

کی عاجزی وانکساری کے ایمان افروز واقعات

زاہدہ خانم

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نُسخہ بھی آزما

حدیثِ نبویؐ ہے، حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''جتنی زیادہ کوئی تواضع اور عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اُسے بلند وبالا مرتبہ عطا کرتا ہے'' (حدیقة الصالحین)

ایک اور حدیث نبویؐ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی خاطر عاجزی و انکساری اختیار کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان تک رفع کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ عاجزی اختیار کرنے والوں کو انتہائی بلند مرتبہ اور مقام عطا کرتا ہے۔

حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحب جہاں بے انتہاء اعلیٰ خوبیوں کے مالک تھے وہاں آپ کی تمام زندگی ارفع و اعلیٰ مقام پانے کے باوجود حد درجہ عاجزی اور انکساری سے مزیّن نظر آتی ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا تھا:

''تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں''

اسی الہام کا عکس ہمیں لاریب حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی تقویٰ سے معمور زندگی میں نظر آتا ہے۔ آپکی زندگی کا ایک ایک پہلو دینی و دنیاوی انتہائی اعلیٰ و ارفع مقامات کے باوجود بے انتہاء عاجزانہ راہوں سے معمور تھا۔ آپ کی زندگی کا یہ نمایاں وصف صرف اور صرف حضرت مسیح موعودؑ سے بے پناہ عشق و محبت کی وجہ سے تھا کیونکہ آپ نے صرف گیارہ سال کی عمر میں ہی حضرت مسیح موعودؑ کے دستِ مبارک میں اپنا ہاتھ دے کر بیعت کا شرف حاصل کیا اور کم سن رفیق ہونے کا بابرکت مقام حاصل کیا۔ لاریب یہ انہی عاجزانہ راہوں پر گامزن ہونے کا مقام اسی عاجزانہ مقام پانے والے حضرت اقدس کی بابرکت قوتِ قدسیہ ہی کا فیض تھا کہ حضرت مصلح الموعودؓ نے فرمایا تھا کہ ''پچھلے ہزار سال کے بڑے آدمی چودھری محمد ظفر اللہ خان پر رشک کریں گے''

(از ماہنامہ انصار اللہ نومبر دسمبر 1985ء صفحہ 3)

حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ نے آپ کو ان قابلِ رشک زرّیں الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ''حضرت چودھری ظفر اللہ خان کو تقویٰ کا عظیم الشان مقام حاصل ہوا تھا میری اُن سے پہلی ذاتی تعلق کی عجیب مثال ہے کہ میری خلافت کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلا کشف دکھایا اس کشف میں حضرت چودھری صاحب کو اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتے دکھایا''

(از ماہنامہ انصار اللہ نومبر دسمبر 1985ء صفحہ2)

دونوں خلفاء کرام کے قابل رشک خراجِ تحسین سے آپ کے بلند وبالا مقام اور اعلیٰ تقویٰ وطہارت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آیئے اب آپکی اُن عاجزانہ راہوں پر گامزن ہونے کے چند ایمان افروز واقعات کا طائرانہ جائزہ لیں جن پر چل کر آپ نے وہ بلند وبالا رُوحانی دینی و دنیوی رفعتیں حاصل کیں کہ تا قیامت آپ کا نام تاریخ احمدیت میں ہمیشہ زرّیں حروف سے لکھا جائے گا۔

1۔ سب سے پہلا قابلِ تقلید عاجزی و انکساری سادگی کا واقعہ۔ جناب سیّد بابر علی صاحب، حضرت چودھری صاحب کے بارہ میں رقمطراز ہیں کہ:

''میں نے 51 سال کا عرصہ چودھری ظفر اللہ خان کی زندگی کا بغور مشاہدہ کیا میری چودھری صاحب سے آخری ملاقات مئی 1985ء میں ہوئی تھی۔ چودھری صاحب نہایت مصفّٰی آدمی تھے۔ بڑی قناعت اور انکساری والے شخص تھے۔ اپنے پاس صرف ایک جوتا رکھتے۔ کپڑے بھی بہت کم رکھتے تھے لیکن ہمیشہ صاف ستھرے ہوتے۔ اور جو رقم اس وجہ سے بچتی وہ ضرورت مند لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے! اتنے مخیّر آدمی میں نے بہت کم دیکھے ہیں''

(از ماہنامہ انصار اللہ 1985ء صفحہ 36)

2۔سیّد یاور علی جنرل مینیجر ملک پیک لمیٹڈ کا بیان ہے ''ایک دفعہ میں نے چودھری صاحب کو خط لکھا جس میں عقل (Wisdom) کا ذکر تھا اس کے جواب میں آپ نے لکھا کہ ''عقل کا نچوڑ سادگی اور عاجزی میں ہے'' میں سمجھتا ہوں کہ یہی انکی زندگی کے دو بنیادی اُصول تھے۔ یہ دو ستون ہیں جن پر انکی زندگی اُستوار تھی۔ انکی زندگی سادگی اور انکساری کی بڑی اچھی مثال تھی''

(از ماھنامہ انصار اللہ 1985ء صفحہ37)

3۔مکرم سیّد احمد سعید کرمانی صاحب سابق سفیر پاکستان متعیّنہ مصر تحریر کرتے ہیں: چودھری صاحب نہایت سادہ اور منکسر المزاج آدمی تھے ایک دفعہ ہم تین پاکستانی ان سے ملنے چلے گئے۔ ملاقات کافی طویل ہوگئی اور چودھری صاحب نے صبح کہیں جانا تھا آپ اُٹھے اور کل کیلئے کپڑے سیٹ کرنے شروع کئے اور ہمارے سامنے ہی بوٹ پالش کرنے بیٹھ گئے ہم تینوں حیران رہ گئے ہم نے درخواست کی کہ ہم آپ کے جوتے پالش کر دیتے ہیں مگر چودھری صاحب نے ہمیں ہاتھ بھی نہ لگانے دیا''۔ آپ مزید لکھتے ہیں:

''کہ ذرا غور کیجئے کہ میرے جیسے کتنے آدمی ہیں کہ اگر پانی بھی پینا ہو تو خود اُٹھ کر پینا اپنی کسرِ شان سمجھتے ہیں میں نے اکثر لوگوں سے سُنا ہے کہ اتنی اُونچی پوزیشن رکھنے کے باوجود چودھری صاحب معمولی سے معمولی ریستوران میں بھی کھانا کھالیا کرتے تھے۔ جبکہ جتنی دولت اُنہوں نے ساری عمر کمائی اس سے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہوٹل میں کھانا کھا سکتے تھے۔ مگر ضرورت کے وقت کسی عام ہوٹل میں کھانا کھانے میں کبھی عار محسوس نہ کرتے تھے۔

(از ماھنامہ انصار اللہ 1985ء صفحہ51)

4۔چودھری صاحب کے ذاتی معالج ڈاکٹر وسیم احمد صاحب آپکی سادگی عاجزی و انکساری کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں ''حضرت چودھری صاحب کی جس بات سے میں سب سے زیادہ متاثر ہوا۔ وہ آپکی سادگی عاجزی و انکساری تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے انتہائی جذب و تاثر کے رنگ میں کہا کہ جب بھی میں نے آپ کے مقام و مرتبہ کے ضمن میں کوئی بات کہی تو آپ نہایت انکساری اور خاکساری کے ساتھ فرماتے'' میں تو ایک بڑا حقیر انسان ہوں'' دراصل چودھری صاحب میں تکبر کی ذرّہ بھر جھلک نہ تھی۔ معمولی سے معمولی انسان کو بھی اس رنگ میں بلاتے اور گفتگو کرتے جس طرح وہ کسی بڑے آدمی سے مخاطب ہیں''

(از ماھنامہ انصار اللہ 1985ء صفحہ56)

حضرت چودھری صاحب جنہوں نے دینی و دنیاوی لحاظ سے بلند ترین مقام پایا آپکا اپنے ذاتی خادم نصیب اللہ قمر سے گفتگو کا ایک عاجزانہ انداز ملاحظہ فرمائیے جس سے آپکی حد درجہ عاجزی اور خاکساری نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ اپنے خادم کو مخاطب ہو کر کس عاجزی سے فرماتے ہیں کہ'' میں تو ایک معمولی آدمی ہوں تمہیں میری خدمت کر کے بڑی تکلیف ہوتی ہوگی کبھی میں رات کو تمہیں سوتے سے اُٹھا دیتا ہوں مجھے معاف کر دینا میں تمہیں بہت تکلیف دیتا ہوں۔''

(از ماھنامہ انصار اللہ 1985ء نومبر۔دسمبر صفحہ63)

یہ تھے وہ الفاظ جو اس صدی کے نابغہء روزگار انسان، جس نے عالمی سطح پر قوموں اور ملکوں کو متاثر کیا، نے اپنے ذاتی ملازم سے کہے سادگی انکساری عاجزی سے پُر یہ الفاظ اُس شخص کے تھے جس کو ملکوں کے سربراہ بادشاہ اور صدر اپنے ہاں مدعو کرنا فخر کا موجب خیال کرتے تھے۔

5۔محترم مسعود احمد دہلوی آپکی عاجزی و انکساری کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں۔ حضرت چودھری صاحب نابغہء روزگار کا ایک انتہائی قابلِ قدر امتیازی نشان یہ تھا کہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر اعلیٰ ترین مناصب پر فائز رہنے کے باوجود عجز و انکسار آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اور یہ جذبہ ہمیشہ آپ پر غالب رہتا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک عاجز اور کمزور بندہ ہوں یہ محض اُسی کا فضل ہے کہ اُس نے مجھ جیسے عاجز اور کمزور بندہ کو ترقیات سے نوازا ہے اگر خلفائے سلسلہ احمدیہ کی مقبول دعائیں اور ان دعاؤں کے طفیل نازل ہونے والا فضلِ عظیم میرے شاملِ حال نہ ہوتا تو میں ہرگز اپنی محنت اور کوشش سے یہ اعلیٰ مناصب کبھی حاصل نہ کرسکتا۔ اسی جذبہ کے تحت آپ نے انگریزی میں اپنی کتاب "The Servant of God" اپنی سوانح عمری کا نام 'اللہ تعالیٰ کا عبدِ منیب' رکھا''

(از ماھنامہ انصار اللہ 1985ء نومبر۔دسمبر صفحہ110)

6۔مسٹر جسٹس ریٹائرڈ شیخ شوکت علی صاحب جج لاہور ہائی کورٹ آپکی عاجزی انکساری کے بارہ میں رقمطراز ہیں'' چودھری صاحب کی عاجزی اور سادگی انکی نمایاں خصوصیت تھی۔ باوجود اسکے کہ وہ اعلیٰ ترین عہدوں پر رہے وہ نہایت ہی عاجز اور منکسر المزاج شخص تھے۔ اگر ہمارے ملک کے تمام افسران اور اعلیٰ ترین عہدے رکھنے والے لوگوں میں بھی یہ خصوصیات پیدا ہو جائیں تو ہمارے ملک کا نقشہ ہی بدل سکتا ہے۔ ایسے لوگ دنیا میں بہت کم آتے ہیں۔ اور بہت ہی کم ہوتے ہیں جو ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہوتے ہیں''

(از ماھنامہ انصار اللہ صفحہ 42)۔

حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اپنے نفس کو اپنا اس قدر مطیع کیا ہوا تھا کہ یہ کیفیت اپنی مثال آپ تھی۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنی تربیت کیلئے ہمیشہ کوشاں رہتا ہوں اور بسا اوقات میں اکیلے میں اپنے نفس کو خوب جھاڑتا ہوں کہ دیکھ تجھ میں یہ یہ کمزوریاں ہیں انہیں دُور کرنے کی طرف توجہ دے ایسا کرنے سے میری طبیعت شدّت سے اس طرف مائل ہو جاتی ہے کہ میں اپنی کمزوریوں کو دُور کرسکوں۔ اسی بات نے آپ کو انکساری اور تواضع میں ایک خاص مقام پر پہنچا دیا تھا۔"

عاجزی کی لرزہ خیز مثال

ایک بار ایک صاحب نے یورپ سے آپ کو خط لکھا اور اس بات پر شکوہ کیا کہ آپ انکے ملک میں تشریف نہیں لاتے۔ خط کے آخر پر ان صاحب نے نادانی میں یہ لکھ دیا کہ شاید آپ اس وجہ سے ہمارے پاس نہیں آتے کہ آپ بڑے آدمی ہیں۔ اور ہم کم حیثیت کے ہیں وغیرہ۔ چودھری صاحب کو خط کے اس آخری فقرہ سے سخت تکلیف ہوئی اگلے دن آپ نے ان صاحب کے نام ایک خط لکھ کر پوسٹ کیا جس میں چودھری صاحب نے ان کے پاس نہ جانے کی معذرت کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ" جب میں خط کے اس فقرہ پر پہنچا کہ میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہوں تو میں نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ ظفر اللہ خان تم اپنے نفس کو اچھی طرح ٹٹول کر جواب دو کہ تمہاری حیثیت کیا ہے۔ میں آپکے اس سوال پر پورا ایک دن اور ایک رات غور کرتا رہا آخر میرے نفس نے مجھے جواب دیا کہ میری حیثیت درحقیقت کیا ہے؟ اور وہ جواب یہ ہے کہ میرے نفس نے مجھے جواب دیا اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ظفر اللہ خان تیری حیثیت ایک مرے ہوئے کتے سے بھی بدتر ہے۔ تم میں کوئی بھی بڑائی نہیں ہے جو کچھ تمہیں ملا ہے وہ محض فضل خداوندی ہے"

(از ماہنامہ انصار اللہ نومبر۔ دسمبر 1985ء صفحہ 79)

اللہ تعالیٰ حضرت چودھری صاحب کی عاجزانہ راہوں کو قبول کرتے ہوئے آپکے بے شمار درجات بلند کرے اور ساری جماعت احمدیہ عالمگیر کو چودھری صاحب کی طرح عاجزانہ راہوں پر گامزن کرے کیونکہ ؎

تقویٰ کی جڑ خدا کیلئے خاکساری ہے
عفت جو شرطِ دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے

☆......☆......☆......☆

بیٹی کی شادی پر اظہارِ جذبات

امۃ الباری ناصر

مبارک ہو یہ شادی کا سماں سب کو مبارک
دولہا کو مبارک ہو یہ دلہن کو مبارک
پھل پھول بہت پیارے لگے میرے شجر میں
تم ایک امانت کی طرح تھیں مرے گھر میں
تم جس کی امانت تھیں انہیں سونپ رہے ہیں
آنسو تری رخصت کی اداسی میں بہے ہیں
یہ اشک نہیں خوشیوں میں بہتے ہوئے غم ہیں
شکرانے کے آنسو ہیں یہ جتنے بھی ہوں کم ہیں
سنت یہ رسولوں کی ادا کرتے ہیں پیاری
خود جسم سے جاں اپنی جدا کرتے ہیں پیاری
ہم نے تو بڑے ناز و نعم سے تجھے پالا
تھا گھر میں ترے دم سے اجالا ہی اجالا
مقدور میں جو کچھ تھا سبھی تم کو پڑھایا
ہر علم و ہنر دینی و دنیاوی سکھایا
ہے زادِ سفر دولتِ نایاب تمہارا
قسمت میں فقط اتنا ہی تھا ساتھ ہمارا
قائم سبھی اقدار کو ہر حال میں رکھنا
پرکھوں سے جو نسبت ہے اسے خیال میں رکھنا
ہے دل سے دعا عاملِ قرآن بنو تم
دنیا کے لئے خیر کا سامان بنو تم
حاصل تمہیں نعمت ہو ہر اک دنیا و دیں کی
لو بڑھتی رہے خیر سے اس نورِ جبیں کی
حاصل تمہیں اس دنیا میں جنت کی ہوا ہو
ہر گام کی تائید میں مولا کی رضا ہو
مبارک ہو یہ شادی کا سماں سب کو مبارک
دولہا کو مبارک ہو یہ دلہن کو مبارک

قسط سوم

قطبی ستارے
سانحۂ لاہور کے زندہ وتابندہ کردار

جمیل احمد بٹ، کراچی پاکستان

ایک صاحب کہتے ہیں کہ باہر سیڑھیوں کے نیچے صحن میں ڈیڑھ دوسو آدمی کھڑے تھے اس وقت دہشت گرد فائرنگ کرتے ہوئے ہال کے کارنر میں تھے ایک آدمی بالکل صحن کے کونے میں آ گیا اگر وہ اس وقت باہر آ جاتا تو جو ڈیڑھ دوسو آدمی باہر تھے وہ شاید آج موجود نہ ہوتے لیکن میری آنکھوں کے سامنے ایک ناصر جن کی عمر لگ بھگ 65 سال یا اوپر ہوگی انہوں نے Pillar کے پیچھے سے نکل کر اس کی طرف دوڑ لگا دی اور اس کی وجہ سے بالکل ان کی چھاتی میں گولی لگی اور وہ شہید ہو گئے لیکن ان کی بہادری کی وجہ سے دہشت گرد کے باہر آنے میں کچھ وقت لگا اس عرصے میں بہت سے احمدی محفوظ جگہ پر پہنچ گئے۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 4 جون 2010ء الفضل ربوہ 13 جولائی 2010ء)

وفا کے تعلق میں بہادرانہ جان کی قربانی

مکرم نثار احمد صاحب بعمر 46 سال کو مکرم اشرف بلال صاحب نے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا دونوں دارالذکر میں تھے اشرف صاحب پہلے فائرنگ کی زد میں آئے ان کو گرتے ہوئے مکرم نثار صاحب نے اپنے بازوؤں میں لے لیا اور حملہ آور کے درمیان حائل ہو گئے دہشت گرد کی گولیوں کی بوچھاڑ نے ان کی کمر چھلنی کر دی اور آپ موقع پر شہید ہو گئے اور وفاداری سے جان قربان کر دی۔

(بحوالہ خطبات جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 11 جون اور 2 جولائی الفضل ربوہ 20 جولائی، 2 اگست 2010ء)

مردانہ وار مقابلہ کر کے جانوں کی قربانی

ان شہداء میں سے چند وہ بھی تھے جو نہتے ہونے کے باوجود حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ دشمن پر جھپٹے اور اسے زیر کرنے کی اس کوشش میں انتہائی بہادری سے اپنی جان قربان کر دی جرأت وشجاعت کی یہ داستان رقم کرنے والے ان شہداء کا ذکر یوں ہے۔

سردار افتخار الغنی صاحب بعمر 43 سال نے موقع پاتے ہی بھاگ کر ایک دہشت گرد کو پکڑا تو دوسرے دہشت گرد نے فائرنگ کر دی جس دہشت گرد کو پکڑا تھا اس نے اپنی خودکش جیکٹ بلاسٹ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ پورے طور سے نہیں بلاسٹ ہو سکی دھماکہ تھوڑا ہوا لیکن اس دھماکے سے شہید ہو گئے اور دہشت گرد شدید زخمی ہو گیا لوگ کہتے ہیں کہ یہ آسانی سے بچ سکتے تھے اگر یہ اس وقت ایک طرف ہو جاتے اور دہشت گرد پر نہ جھپٹتے۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 11 جون الفضل ربوہ 20 جولائی 2010ء)

مکرم مسعود احمد بھٹی صاحب بعمر 33 سال انتہائی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دہشت گرد کو پکڑ کر گرانے اور قابو پانے میں کامیاب ہو گئے اسی دوران دوسرے دہشت گرد نے گولیوں کی بوچھاڑ کی اور ان کو شہید کر دیا۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 11 جون الفضل ربوہ 27 جولائی 2010ء)

مکرم چوہدری محمد احمد صاحب کی عمر 85 سال تھی لیکن انہوں نے جوانوں جیسی ہمت کے ساتھ مسجد نور میں اس ایک دہشت گرد پر جو انہیں گولی مار کر اپنی دانست میں فارغ ہو کر دوسری طرف متوجہ ہو چکا تھا زخمی ہونے کے باوجود پیچھے سے ایک دم چھلانگ لگا کر اس کی گردن پکڑ لی انکی اس ابتدائی کوشش کے بعد اور نمازی بھی شامل ہو گئے اور دہشت گرد کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اس ہاتھا پائی میں انہیں مزید گولیاں بھی لگیں اور شہادت کا رتبہ پایا۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 11 جون الفضل ربوہ 20 جولائی 2010ء)

مکرم منور احمد قیصر صاحب بعمر 57 سال نے دارالذکر کے مین گیٹ پر ڈیوٹی کے

دوران ایک دہشت گرد کو مضبوطی سے پکڑ لیا جبکہ دوسرے نے آپ پر فائرنگ کر کے آپ کو شہید کر دیا'۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ فرمودہ 9 جولائی
الفضل ربوہ 24 اگست 2010ء)

مکرم محمد شاہد صاحب بعمر 24 سال نے 'شہادت سے قبل فون کر کے کہا کہ میں ان دہشت گردوں کو پکڑنے کی کوشش کرونگا۔ چہرہ پر ناخن لگنے کے نشان تھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے کسی کے ساتھ لڑائی ہوئی ہو'۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ فرمودہ 11 جون
الفضل ربوہ 20 جولائی 2010ء)

بہادرانہ صبر اور استقامت سے جانوں کی قربانی

گولیوں اور گرینیڈ سے زخمی ہو کر اپنے بدن سے ابلتے ہوئے خون کو دیکھتے ہوئے، اپنے درد اور تکلیف کو بھلا کر، اپنے اطراف میں اپنے عزیزوں اور پیاروں کو اس حال میں پا کر بھی صبر اور استقامت کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھنا اور کسی قسم کی بد نظمی اور افراتفری کے بغیر دی گئی ہدایات پر اطاعت کے جذبہ سے عمل کرنا، موبائل فون پر اپنے قریبیوں کو حادثہ کی خبر دے کر دعاؤں کے لئے کہنا اور خود بھی ذکر الٰہی اور درود شریف پڑھتے رہنا اور پھر کئی گھنٹے اسی کیفیت میں گزار کر اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کرتے جانا۔ اجتماعی طور پر بہادرانہ استقامت کا وہ اظہار تھا جسے حضرت مسیح موعودؑ نے فوق الکرامت فرمایا ہے۔

یہ جرأت انگیز استقامت اس مزاج کا مظہر ہے جو احمدیوں کا خاصہ اور طرّہ امتیاز ہے۔ اور اس یقین کا پروردہ جو صرف حق وصداقت کے تعلق سے پیدا ہوتا ہے اور پروان چڑھتا ہے یہ اس ایمان کا اظہار بھی ہے جو ثریا ستارے سے واپس لایا گیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی اس انقلاب آفریں قوت قدسیہ کا بھی جس نے ان احمدیوں کو ان باقی سب لوگوں سے ممتاز کر رکھا ہے جو گو ان کی طرح اسی زمین کے باسی ہیں لیکن عدم ایمان کے باعث ان اعلیٰ صفات سے محروم۔

ان شہداء کا صبر واطمینان سے موت کو یوں گلے لگانے والی یہ سکینت بلاشبہ ان فرشتوں کی تسلی کا نتیجہ تھی جو ان صاحبان استقامت پر اس وقت یہ کہتے ہوئے اترے:

اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَO

(حٰم السجدہ:31)

ترجمہ: خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت کے ملنے پر خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔

زندہ لوگ

اللہ کی راہ میں جانیں دینے والے یہ سب شہید زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے کہ اللہ نے انہیں فوت شدہ کہنے سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَO

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔ (البقرہ: 155)

ہمیں اگر چہ اس زندگی کا ادراک نہیں تاہم ان شہداء کے حوالے سے ہم اس جاری زندگی کو کئی رُوپوں میں دیکھ رہے ہیں۔

☆......ان جوان بیٹوں میں جو سانحہ سے اگلے جمعہ کو اپنے حلقہ کی مسجد کو چھوڑ کر خاص طور پر دارالذکر آتے ہیں اور عین اس جگہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں جہاں ان کے والد شہید ہوئے۔

☆......اس دس سالہ بچے میں جسے اس کی ماں سانحہ سے اگلے جمعہ اس ہدایت کے ساتھ دارالذکر بھجواتی ہے کہ وہیں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جہاں تمہارے ابا شہید ہوئے تھے۔

☆......اس ننھے بچہ میں جو باپ کی شہادت کے بعد 22 جون کو پیدا ہوا اور جس کا نام اس کے بڑوں نے شہید کے نام پر مسعود احمد ثانی رکھا۔

☆......ملک ملک پھیلے ہوئے ان دلوں میں جن میں ان جانے والوں کی یاد بسی ہوئی ہے اور جو ان کے تذکرے کرتے نہیں تھکتے، MTA پر ان میں سے ہر ایک کا ذکر ایک سال بعد بھی ان کے لئے تازہ اور دلوں کو گرمانے والا ہے جو دور ونزدیک سے لاہور آ کر ان شہداء کے گھروں میں ان کے قریبیوں کے ساتھ بیٹھ کر ان کی باتیں کرتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے۔

☆......ان احمدی نوجوانوں میں جو اِن جانے والوں کی یاد دلوں میں سجائے، جماعتی مراکز اور مساجد پر دن رات ڈیوٹیاں دیتے ہیں اور اس خدمت کو سعادت جانتے ہیں۔

☆......ان بے شمار احمدیوں میں جو ان جانے والوں کی راہوں پر نگاہیں جمائے اپنے دل کی گہرائیوں میں اس خواب کو سجاتے اور سنوارتے ہیں کہ وہ بھی اتنے خوش بخت ہوں کہ اللہ کی راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر سکیں۔

☆......اور سب سے اولیٰ اس پیارے دل میں جو سب کا پیارا ہے اور جو ان جانے والوں کو پیارا جانتا ہے۔ جس نے ان سب کا نام لے کر ان کا ذکر کیا اور ان کی صفات بیان کیں۔ جس نے ان کے قریبیوں سے بات کی اور اس جدائی کا غم بانٹا اور جو ان کے لئے سراپا دعا ہے۔ اور جس نے سب سے کم سن شہید کے ذکر میں یہ دعا کی ہے کہ

’اللہ تعالیٰ اس قربانی کو قبول فرماتے ہوئے ہزاروں لاکھوں ولید جماعت کو عطا فرمائے۔‘

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 11 جون الفضل ربوہ20 جولائی2010ء)

پس یہ لوگ زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔اپنی ذات میں، اپنی فیض رسانی میں، مثلِ شمع دوسروں کو یہی راہ دکھانے میں اور محبت بھری یادوں میں۔

بچ رہنے والے بہادر

ان وحشیانہ حملوں کے وقت دونوں مساجد میں ان تمام احمدیوں کا جن کا وقتِ شہادت ابھی نہیں آیا تھا مجموعی طرزِ عمل بھی جانے والوں کی طرح جرأت، صبر، شجاعت، ایثار، اطاعت، خدمت اور نظم وضبط کی اعلیٰ انسانی صفات سے مزیّن اور آراستہ تھا۔حق تو یہ ہے کہ ان میں سے ہر فرد اس قابل ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے اور حیران ہوا جائے۔ اور تاریخ یقیناً ان سب کو یاد رکھے گی۔تاہم اس وقت چند عناوین کے تحت اس بیان کو سمیٹنے کی کوشش ہی پیشِ نظر ہے۔

دشمن کو قابو کرنے والے بہادر

دہشت گردی کے ہزار ہا واقعات ہو چکے ہیں لیکن ان سب میں شاید یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ مسلح اور خودکش جیکٹ پہنے ہوئے دو دہشت گردوں کو مسجد النور کے سادہ اور نہتے نمازیوں نے اپنی جرأت، شجاعت اور بہادری کے بل پر زندہ پکڑ لیا اور قابو پا کر قانون کے محافظوں کے سپرد کر کے ایک نئی تاریخ رقم کی۔ان کارناموں کو کرنے والے ایک ناصر تھے جو ایک شہید کی ابتدائی کوشش کے بعد 24 فٹ فاصلے سے دہشت گرد پر باز کی طرح جھپٹے اور اسے گرا کر بے بس کر دیا پھر چند دیگر احباب نے اسے غیر مسلح کیا۔جبکہ دوسرا بظاہر ایک کمزور سا نوجوان خادم تھا جس نے لپک کر ایک دہشت گرد کی ایک ہاتھ سے گردن دبوچی اور دوسرے سے اس کی گن کی بیرل پکڑ لی جو بے شمار گولیاں برسا کر آگ کی طرح گرم تھی یوں قابو یافتہ اس دہشت گرد کو پھر اور احباب نے مل کر غیر مسلح کر دیا۔اس نوجوان کے بڑے بڑے چھالوں سے پُر ہتھیلی بہادری کی اس نئی اور حیران کن تاریخ کا عنوان ٹھہری کہ اس سے پہلے کب اور کس نے جیکٹ پوش دہشت گرد کی گن پر یوں ہاتھ ڈالا ہے؟

ان بہادروں پر آفرین ہے۔یہ وہ بہادری ہے جو سچائی کے بطن سے پیدا ہوتی ہے کہ سچائی بجائے خود طاقت ہے۔اس طاقت کا ایک پر یقین اظہار حضرت مسیح موعودؑ کے چند الفاظ میں یوں ہے:

’میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں‘

(انوار الاسلام، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 23)

اور یہی وہ طاقت ہے جو آج ہر احمدی کے لہو میں گردش کرتی ہے اور جس سے ٹکرا کر احمدیت کے خلاف ہر کوشش ناکام ونامراد رہتی ہے۔

بہادر زخمی

ان حملوں میں مجموعی طور پر ایک سو دس افراد زخمی ہوئے جن میں سے 99 شہر کے مختلف ہسپتالوں میں داخل کئے گئے اور مختلف دورانیوں تک زیرِ علاج رہے آخری زخمی 23 جولائی کو ہسپتال سے فارغ ہوئے۔

راقم کو کراچی جماعت کے ایک خیر سگالی وفد کے رکن کے طور پر 30 مئی کو ان میں سے تقریباً نصف مریضوں کی عیادت کا موقعہ ملا۔یہ ایک کبھی نہ بھولنے والی یاد ہے جسے خاکسار یہاں دہراتا ہے۔

شہر کے پانچ اسپتالوں میں 50 سے زائد زخمیوں سے ملاقات ہوئی ان میں زیادہ دارالذکر میں زخمی ہوئے اور تین گھنٹہ سے زیادہ بلا کسی طبی امداد کے وہیں رہے تھے، ان کے زخموں سے خون بہتا رہا تھا اور دہشت گردوں کو اپنے اردگرد کارروائی میں مشغول اور ان کے ہاتھوں اپنے دوست، عزیزوں اور پیاروں کو گولیوں کا نشانہ بنتے دیکھتے رہے تھے۔لیکن آفرین ہے ان کے عزم وحوصلہ کو کہ ہسپتال بیڈ پر لیٹے ہوئے ان کے پُرسکون چہروں سے ہرگز پتہ نہ لگتا تھا کہ وہ کس بدترین صورت حال سے گزر رہے ہیں۔

ان کے زخم مختلف نوعیت کے تھے۔گولیاں کسی کے بازوؤں پر لگی تھیں اور کسی کی ٹانگوں پر۔کسی کو لگنے والی گولیاں ابھی جسم کے اندر ہی تھیں اور آپریشن ہونا باقی تھا۔کسی کے گولی جسم کے پار ہوگئی تھی، کوئی گرینیڈ کے حملہ سے زخمی تھا اور بہت سارے چھرے جسم کے مختلف حصوں میں پیوست تھے۔لیکن جس کا حال پوچھا بلا استثناء ہر ایک نے مسکرا کر یہی کہا کہ الحمد للہ۔چہروں کے ان خوشگوار تاثرات سے ہرگز یہ پتہ نہ لگتا کہ ان کے زخم کی نوعیت اور شدت کیا ہے؟ مزید پوچھنے پر ہی معلوم ہوتا کہ سب ٹھیک نہیں ہے۔اور بہتوں کے دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے، اپنے بازو استعمال کرنے اور کلائی پکڑنے کے مقابلوں میں حصہ لینے میں ابھی بہت وقت گزر سکتا ہے۔جی ہاں لاہور کے کلائی پکڑنے کے مقابلوں کے بہترین ناصر کھلاڑی بھی زخمی بازو کے ساتھ یہاں داخل تھے۔

ان زخمیوں میں سے ایک بزرگ بڑی خوشی سے بتا رہے تھے کہ وہ دارالذکر میں گزشتہ پچیس سالوں سے اقامت کہتے آئے ہیں اور بڑی خوش دلی سے پُر امید تھے کہ اگلے جمعہ پر تکبیر کہیں گے گو دونوں ٹانگیں اور بازو بندھے ہوئے تھے۔ بظاہر ایسا جمعہ آنے میں ابھی بہت دیر تھی۔

ایک ہنستا مسکراتا نوجوان تھا جس کے گھٹنے پر گولی لگی تھی لیکن حال پوچھنے پر اس نے اس اظہار کو کافی سمجھا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ ایک اور بزرگ بڑی خوش دلی سے اس امر کے شاکی تھے وہ بجائے ان لوگوں میں شامل ہونے کے جو آگے چلے گئے ہیں ہسپتال کیوں آن پہنچے ہیں۔

غرضیکہ کئی احمدیوں کے بیڈ قریب قریب ہونے کے ہسپتالوں کے یہ وارڈ ایک نئے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ایک طرف زخمیوں کا اطمینان وسکون تھا اور دوسری طرف احمدیت کی ڈور اور محبت کے رشتہ میں بندھے دور و نزدیک سے کھنچے آنے والے تیمار دار تھے۔ شارجہ اور دوبئی سے آنے والے دو دوست تو ہمارے ساتھ ہی رہے لیکن اس سے پہلے بھی کئی دوست حال پوچھ گئے تھے۔

ایک ماہ بعد ایک بار پھر ان زخمیوں میں سے بعض کی عیادت کا موقع ملا۔ گولیوں اور گرینیڈ سے لگے زخموں کی پیچیدگیوں سے نبرد آزما یہ بہادر اسی طرح ہنستے مسکراتے ملے۔ تسلی دلانے والوں کو الٹا تسلی دیتے ہوئے۔ اس سانحہ کے صرف مثبت پہلو کا ذکر کرتے ہوئے۔ جلد پوری صحت کے ساتھ زندگی کی دوڑ میں شامل ہو جانے کے لئے پر اُمید۔ ان کے اطمینان وسکون کو دیکھ کر کوئی ناواقف خیال کرتا ہوگا کہ گویا یہ ہسپتال میں چھٹیاں گزار رہے ہیں۔

بہادر بچّی

یہ مثالی کردار ادا کرنے والے صرف انصار اور خدام نہ تھے۔ اس دن دارالذکر میں ایک 4 سالہ بچی نور فاطمہ بھی تھی جو اپنے والد مکرم محمد اعجاز صاحب کے ہمراہ جمعہ پڑھنے آئی ہوئی تھی اور اس کے دو اطفال کی عمر کے بھائی بھی ہمراہ تھے سب کو گرینیڈ پھٹنے سے زخم آئے لیکن سب سے گہرا زخم اس بچی کے رخسار پر آیا جو تقریباً ڈیڑھ انچ تھا یہ بچی بھی تقریباً 3 گھنٹے محبوس رہی اور رونا تو درکنار اف تک نہ کی جب کوئی بولتا تو یہ اشارے سے منع کرتی اور کہتی باہر گندے لوگ ہیں خاموش رہیں۔

(ماہنامہ انصار اللہ نومبر دسمبر 2010ء صفحہ 63.62)

بہادروں کی نئی نسل کی یہ نمائندہ بچی ہماری آئندہ ترقی کی علامت ہے۔

بہادر ڈیوٹیاں دینے والے

جو احباب اس سانحہ کے وقت ان جگہوں پر موجود تھے لیکن محفوظ رہے ان کا سب کچھ بھلا کر اپنے فرائض کی ادائیگی میں انہماک اور احساسِ ذمہ داری حیرت انگیز تھا۔ ان میں وہ افراد بھی شامل ہیں جن کے اپنے عزیز اور قریبی قربان کئے گئے تھے۔

ہفتہ کے دن ڈیوٹی پر موجود نوجوانوں کی تعداد اس سے زیادہ تھی جو جمعہ کے دن ڈیوٹی پر آئے تھے اور ان میں سے کئی تھے جن کے والد، بھائی، بہنوئی یا سسر قربان کر دیئے گئے تھے۔ بلکہ جمعہ کی شام ہی ربوہ سے آئے ہوئے ایک بزرگ نے کسی نوجوان کے سپرد کوئی کام کیا۔ جب وہ کام کر کے لوٹ آیا تو کسی نے بتایا کہ اس کے والد اس حادثہ میں قربان ہو گئے ہیں تب اسے گھر بھیجا گیا لیکن اگلی صبح وہ پھر ڈیوٹی پر حاضر ہو گیا۔

جماعت لاہور کے وہ بزرگ جن کے ذمہ مہمانوں کی دیکھ بھال ہے بدستور اس خدمت کو بجالاتے رہے اور گھر نہ گئے جب کہ ان کے بہنوئی فوت ہو چکے تھے۔ لاہور کے قائم مقام امیر صاحب کے بہنوئی بھی فوت ہوئے لیکن وہ بھی ہمہ وقت دارالذکر میں انتظامی کاموں میں مصروف رہے گو درمیان میں کسی وقت دس منٹ کے لئے بہن کے گھر ضرور گئے۔

اور یہ واقعہ تو حضرت صاحب نے جمعہ کے خطبہ میں ذکر فرمایا کہ ایک نوجوان جو مرحومین کو ایمبولینس میں منتقل کرنے میں مدد دے رہا تھا اس نے جب ایک نعش اُٹھائی تو بولا کہ یہ میرے والد ہیں لیکن ان کو بھی ایمبولینس میں پہنچا کر واپس آ گیا اور اپنے کام میں مصروف رہا۔

دارالذکر اور مسجد النور میں دسیوں ایسے دوستوں سے ملاقات ہوئی جو حادثہ کے وقت ان جگہوں پر موجود تھے اور محفوظ رہے وہ واقعہ کی تفصیل بیان کرتے تھے اور درمیان میں یہ ذکر بھی کہ ہم مسجد کے اس حصہ میں تھے اور یہاں دوست ہمارے دائیں بائیں گولیوں کا نشانہ بنے لیکن حیرت انگیز طور پر وہ اس سانحہ کے منفی اثرات پر قابو پا چکے تھے جبکہ عام طور پر ایسے حادثات کا شکار ہونے والے ایک عرصہ تک اس کے Trauma کے اثر میں رہتے ہیں ان میں خدام بھی تھے اور انصار بھی۔ ایسے فرائض کی ادائیگی کے لئے جس میں گزشتہ دن کئی خوش نصیبوں نے جان قربان کی تھی ان کا جوش اور جذبہ دیدنی تھا۔ یہ احساسِ ذمہ داری صرف زندہ قوموں کی علامت ہے اور احمدی خدام و انصار نے اپنے اس وصف کا اس بڑے امتحان میں خوب اظہار کیا۔

بہادر خون کا عطیہ دینے والے

دارالذکر کے کئی گھنٹوں کے محاصرہ سے رہائی پا کر کئی نوجوانوں نے بجائے اپنے گھروں

کو جانے کے اس خیال سے سیدھے ہسپتالوں کا رخ کیا کہ ان کے زخمی بھائیوں کو خون کی ضرورت ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ اسپتالوں میں خون دینے والے خدام کی قطاریں لگ گئیں جو ہسپتالوں کے عملہ کے لئے بجا طور پر تعجب کا سبب بنا کیونکہ اس سے پہلے ایسے حادثات میں ہمیشہ TV اور ریڈیو پر عطیہ خون کی اپیلیں کرنی پڑتی ہیں۔

بہادر سجدہ گزار

'ایک بزرگ اس حالت میں مسلسل سجدہ میں رہے ہیں۔ کوئی پرواہ نہیں کی کہ دائیں بائیں گولیاں آرہی ہیں'۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 4 جون 2010ء الفضل ربوہ13 جولائی 2010ء)

مجموعی بہادرانہ کردار

ان حملوں کے درمیان تمام موجود احمدیوں نے انتہائی صبر وضبط کا مظاہرہ کیا۔ انہیں جو ہدایت دی گئی اس پر عمل کیا۔ کوئی panic نہیں ہوا کوئی بھگدڑ نہیں مچی یہ اطمینان اور سکون مثالی تھا ملک شام سے آئے ہوئے ایک احمدی نے جو اس وقت وہاں موجود تھے بیان کیا:

'ایسا نظارہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کوئی افراتفری نہیں تھی، کوئی ہراسانی نہیں تھی کوئی خوف نہیں تھا ہر ایک آرام سے اپنے اپنے کام کر رہا تھا اس وقت بھی جب دشمن گولیاں چلا رہے تھے انتظامیہ کی طرف سے جو بھی ہدایت دی جارہی تھی ان کے مطابق عمل ہو رہا تھا کہتے ہیں کہ میرے لئے تو ایک ایسی انہونی چیز تھی جسکو میں نے کبھی نہیں دیکھا'

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 4 جون الفضل ربوہ 13 جولائی 2010ء)

چشم تصور سے بھی شاید یہ دیکھنا آسان نہیں کہ کس طرح دارالذکر میں یہ تین چار گھنٹے کٹے ہونگے۔ یہاں ہر طرف شہید اور زخمی تھے اور کارروائی جاری تھی اور باقی سب بھی ان میں سے ایک امکان سے دوچار ہو سکتے تھے برستی گولیوں اور گرینیڈ کے دھماکوں، فضاء میں بارود کی بو، دھماکوں میں ادھڑے فرش، چھتوں کے مڑے تڑے پنکھے، دھوئیں سے جلی سیاہ چھت، خون سے لتھڑی صفیں، حبس اور گرمی ان کا ماحول رہا اس کے باوجود قریب بیٹھنے والے احمدی ایک دوسرے کے لئے جو کر سکتے تھے وہ کرتے رہے۔ زخمی نوجوانوں کو بزرگ اپنی آڑ میں پناہ دیتے رہے۔ نوجوان کم عمر بچوں پر سایہ کئے رہے۔ آستینیں پھاڑ پھاڑ کر پٹیاں باندھی گئیں۔ برستی گولیوں میں صحن سے پانی لا لا کر پلایا گیا۔ جو سول ڈیفنیس کے اصول جانتے تھے وہ دوسروں کو خود حفاظتی کے مشورے دیتے رہے۔ اکثر نے گھر والوں کو تسلی کے فون بھی کئے۔ زبانیں اپنے ربّ کے ذکر سے تر رہیں اور آنکھیں امید کی چمک سے روشن۔

جوں ہی دہشت گرد اغلباً گولیاں ختم ہونے کے بعد واپس گئے یہ سب پر امن اور بہادر لوگ دامن جھاڑ کر زندگی کی طرف لوٹ آئے پہلے زخمیوں کو اور پھر شہیدوں کی لاشوں کو یکے بعد دیگرے ایمبولینسوں میں سوار کرانے میں جٹ گئے اور اس سے فارغ ہوئے تو ہسپتالوں میں لائنیں لگا کر جا کھڑے ہوئے کہ اپنے زخمی پیاروں کی اپنے خون سے مدد کریں۔ چشم فلک نے کب ایسے عجیب لوگ دیکھے ہونگے ایک غیر از جماعت پولیس افسر کا یہ تبصرہ کہ 'کمال کی جماعت ہے' حقیقت کا محض ایک سطحی اظہار ہے۔

راضی برضا اہلِ خانہ

ان شہداء کی ایک یہ صفت بھی خوب ظاہر ہوئی کہ انہوں نے اپنے پیچھے ایسے قریبی چھوڑے جو اللہ کی رضا پر راضی، صبر کرنے والے، حوصلہ مند اور حالات کا بہادری سے مقابلہ کرنے والے تھے۔

یہ جانے والے ہر عمر کے تھے اور اسی طرح ان کے یہ قریبی بھی زندگی کے ہر دور کے تھے۔ کم سن اور نوعمر بھی اور بچوں والے بچے، جوان العمر بھی اور لمبی رفاقتوں سے محروم ہونے والی بیوائیں، بیٹوں کے لئے آنکھوں میں خواب سجائے بھی اور اپنے فرائض سے سبکدوش مائیں، بیٹوں کو آگے بڑھنے کے لئے سہارے دیئے ہوئے بھی اور خود ان کے سہارے رہنے والے باپ، بھائیوں کی ہردم ساتھی بھی اور اپنے گھروں میں آباد بہنیں، ہم جولی بھی اور باپوں جیسے بھائی اور اسی طرح انکی بیویوں کے ایسے سب قرابت دار۔

ہر فرد رشتوں کی ڈور میں بندھا ہوا ہے۔ ایسے تعلق کا ٹوٹنا سب کو متاثر کرتا ہے اور اگر یہ تعلق اچانک ٹوٹ جائے جیسے یہاں ہوا تو پھر ایسے دکھ میں آنے والی کل کے لئے ارادوں، تمناؤں اور خواہشات کا خون بھی شامل ہو کر اسے دوچند کر دیتا ہے۔ یہ سب محبت کرنے والے، تعلق رکھنے والے اور ایک دوسرے کے ساتھ چلنے والے بھی اس سانحہ سے اسی شدت سے متاثر ہوئے۔ ان کی آنکھیں گریہ ہوئیں اور دل زخمی۔ لیکن ایک فرق کے ساتھ۔ یہ سب ایمان کی برکت سے صبر کی نعمت سے بھی حصہ دیئے گئے تھے۔ اس صبر نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ان کے نالے خاموش سسکیوں سے نہ بڑھے، ان کی آنکھیں ضرور بھری رہیں لیکن کوئی بے صبری کا کلمہ، شکوہ اور واویلا

زبان پر نہ آیا۔ اپنے وجود کے حصّوں کی جدائی کے اس بڑے غم کو انہوں نے انتہائی بہادری سے اپنے وجود میں سمیٹے رکھا اور صرف اپنے ربّ کے حضور ہی اس کا اظہار کیا کہ وہ سب قدرتوں والا ہے، وہی دلوں کو سکینت بخشتا ہے اور وہی ٹوٹے کام بناتا ہے، وہی ظالموں اور ناانصافوں کو پکڑنے والا ہے۔

ربوہ میں ان شہداء کی تدفین کے وقت ان کے والد، بھائی اور دوسرے عزیزوں کا صبر سب نے دیکھا اس طرح وہ سب جنہیں ان شہداء کے گھروں میں جانے کا موقع ملا اس مشاہدہ پر متفق ہیں کہ ان گھروں اور ان کے مکینوں پر گویا چھا جوں سکینت برسی ہوئی تھی۔ اور کسی طور لگتا نہ تھا ان بہادر مردوں، عورتوں اور بچوں پر کیا قیامت گزر چکی ہے۔ صبر ورضا سے آراستہ چہرے، گفتگو اور انداز کے ساتھ یہ مومن یقیناً وہ صابرین تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ خوش خبری دینے کی ہدایت فرمائی ہے:

أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ قف وَ أُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ O

(البقرۃ:158)

ترجمہ: یہی لوگ ہیں جن پر ان کے ربّ کی طرف سے برکتیں ہیں اور رحمت ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔

اسی درجہ کا صبر دکھانا ان کے خدا سے تعلق کا بھی گواہ تھا کیونکہ اس تعلق کے بغیر یہ صبر ممکن نہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے:

’ابتلا کے آنے کے وقت سوائے اس کے کون صبر کر سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کی رضا کے ساتھ اپنی رضا کو ملائے ہوئے ہو۔۔۔ جس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق نہیں اس میں مصیبت کی برداشت نہیں‘۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 414)

صبر ورضا کے چند اظہار

اس صبر کے واقعات اتنے ہیں جتنے کہ پسماندگان اور جتنے ہر جدائی پر گزرے شب وروز۔ بطور مثال چند درج ذیل ہیں۔

صابر مائیں

’ایک ماں نے کہا کہ اپنی گود سے جواں سال بیٹا خدا کی گود میں رکھ دیا ہے جس کی امانت تھی اس کے سپرد کر دی‘۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ 4 جون 2010ء)

’ایک ماں کا اٹھارہ سالہ اکلوتا بیٹا تھا باقی لڑکیاں ہیں۔ میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا شہید ہو گیا اور انتہائی صبر ورضا کا ماں باپ نے اظہار کیا اور کہا کہ ہم بھی جماعت کی خاطر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں‘۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ 4 جون 2010ء)

ایک ماں نے کہا مجھے شوق تھا میرے بچے میرا نام روشن کریں اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کو شہادت دی ہے (انصار اللّٰہ نومبر دسمبر 2010ء صفحہ 62)

ایک اور ماں نے کہا میرا بیٹا سب بیٹوں سے اچھا اور خوبیوں کا مالک تھا اور واقعتاً اس لائق تھا کہ وہ اللہ کے حضور قربانی کے لئے پیش کیا جائے۔

(انصار اللّٰہ نومبر دسمبر 2010ء صفحہ 62)

ان ماؤں کے اس عظیم کردار پر خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’یہ وہ مائیں ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت میں پیدا کی ہیں قربانیوں کی عظیم مثال ہیں۔۔۔ اے احمدی ماؤ! اس جذبہ کو اور ان نیک اور پاک جذبات کو اور ان خیالات کو کبھی مرنے نہ دینا جب تک یہ جذبات رہیں گے جب تک یہ پُرعزم روحیں رہیں گی کوئی دشمن کبھی جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا‘۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ 4 جون 2010ء)

صابر بیویاں

’باپ کے شہید ہونے کے بعد اس کے بیٹے کو ماں نے اگلے جمعہ (دار الذکر) جمعہ پڑھنے کے لئے بھیج دیا کہ وہیں کھڑے ہو کر جمعہ پڑھنا ہے جہاں تمہارا باپ شہید ہوا تھا تا کہ تمہارے ذہن میں یہ رہے کہ تمہارا باپ ایک عظیم مقصد کے لئے شہید ہوا تھا تا کہ تمہیں یہ احساس رہے کہ موت بھی ہمیں کبھی اپنے عظیم مقصد کے حصول سے کبھی خوف زدہ نہیں کر سکتی‘۔

(خطاب حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ جلسہ سالانہ جرمنی 27 جون 2010ء)

ایک شہید جو ایک فیکٹری میں گارڈ کے طور پر ملازم تھے ان کی اہلیہ سے مرکز کا وفد تعزیت کے لئے گیا تو ان کی اہلیہ نے اظہارِ تعزیت کے جواب میں جو بات کی وہ اس فکر کا اظہار تھا کہ شہید مرحوم کی 7/6 ایکڑ زمین کی جلد تشخیص کرا دی جائے تا کہ وہ اس کی ادئیگی کر سکیں۔

(انصار اللّٰہ نومبر دسمبر 2010ء صفحہ 62)

صابر بیٹی

ایک شہید کے گھر وفد تعزیت کے لئے گیا جن کی بیوہ کے علاوہ صرف تین بیٹیاں ہیں اور کوئی بیٹا نہیں ۔ بیوہ کو تسلی دیتے ہوئے مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب کی آواز بھر آگئی تو اس وقت شہید کی سب سے چھوٹی بچی جس کی عمر 14 اور 15 کے درمیان ہوگی وہ ان کو تسلی دینے اور یہ یقین دلانے کی کوشش کرنے لگی کہ آپ ہماری فکر نہ کریں ہم خدا کی رضا پر راضی ہی نہیں بلکہ خوش ہیں کہ خدا نے ہمارے ابّا کو یہ موقع عطا فرمایا کہ انہوں نے خدا کی خاطر جان دی اور اس طرح ہمیں بھی معزز بنا دیا

(انصاراللّٰہ نومبر دسمبر 2010ء صفحہ 62)

صابر باپ

ایک دوست نے حضور کو لکھا:

’میں نے جنازے کے انتظار میں ایک بزرگ سے پوچھا کہ آپ کے کون فوت ہوگئے ہیں فرمایا: میرا بیٹا شہید ہوگیا ہے پھر فرمایا: اَلْحَمْدُلِلّٰہ خدا کو یہی منظور تھا‘۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ فرمودہ 4 جون 2010ء)

ایک نمازی نے جنازے پر کسی کو مخاطب ہو کر کہا کہ ایک انعام اور ملا کہ شہید باپ کا بیٹا ہوں اور پھر مجھے کہا کہ عزم اور حوصلہ بلند ہیں‘۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ فرمودہ 4 جون 2010ء)

اپنے والدین کے اکلوتے اور نوعمر شہید ولید کے دادا اور نانا بھی شہید ہوئے تھے ان کے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا۔’ میرے والد بھی شہید اور میرا بیٹا بھی شہید ہوگیا۔ میرا بیٹا آگے نکل گیا اور میں پیچھے رہ گیا‘۔

(انصاراللّٰہ نومبر دسمبر 2010ء صفحہ 62)

ایک بزرگ نے راقم کے سامنے اپنے جوان داماد کی شہادت پر یہ عجیب بات کی کہ اللہ نے ہمارے حق میں حضور کی دعائیں سن لیں کہ ہم اپنے اچھے انجام کے لئے دعاؤں کی درخواست کیا کرتے تھے اور اس سے اچھا انجام اور کیا ہوگا؟

صابر بیٹے

ایک دوست نے کہا کہ میں ربوہ سے گیا تھا ایک نوجوان خادم کے ساتھ مل کر لاشیں اُٹھا رہا تھا تو سب سے آخر میں اس نے میرے ساتھ مل کر ایک لاش اُٹھائی اور ایمبولینس تک پہنچا دی اور کہنے لگا کہ یہ میرے والد صاحب ہیں اور پھر یہ نہیں کہ اس ایمبولینس کے ساتھ چلا گیا بلکہ واپس (دارالذکر میں) چلا گیا اور اپنی ڈیوٹی جو اس کے سپرد تھی اس کام میں مصروف ہوگیا۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ فرمودہ 4جون 2010ء)

اپنے والد کی تعزیت کے جواب میں ایک دوست نے کہا۔’ آپ کیا کہہ رہے ہیں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے شہید کا بیٹا ہوں مجھے مبارکباد دیں‘۔

(انصاراللّٰہ نومبر دسمبر 2010ء صفحہ 62)

صابر بھائی

دارالذکر میں ایک دوست کو ماڈل ٹاؤن میں اپنے بھائی کی شہادت کی خبر ملی اور کہا گیا کہ فلاں ہسپتال پہنچ جائیں انہوں نے کہا جانے والا اللہ کے حضور حاضر ہو چکا اب شاید میرے خون کی احمدی بھائیوں کو ضرورت پڑ جائے اس لئے میں تو اب یہیں ٹھہروں گا۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ فرمودہ 4 جون 2010ء)

مجموعی ذکر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس واقعہ سے اگلے خطبہ جمعہ میں ان صابرین کے اس صبر کا اظہار فرمایا جو ان لوگوں نے اپنے خطوط میں کیا حضور نے فرمایا:

’ان کے قریبی عزیز اس مقام کو پا گئے اس شہادت کو پا گئے ان کے خطوط تھے جو مجھے تسلیاں دے رہے تھے اپنے اس عزیز، اپنے بیٹے، اپنے باپ، اپنے بھائی، اپنے خاوند کی شہادت پر اپنے ربّ کے حضور صبر اور استقامت کی ایک عظیم داستاں رقم کر رہے تھے‘۔

پھر فون پر ان کی حضور سے جو باتیں ہوئیں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’میں نے ہر گھر میں فون کیا تو بچوں، بیویوں، بھائیوں، ماؤں، اور باپوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی پایا۔ خطوط میں تو جذبات چھپ بھی سکتے ہیں لیکن فون پر ان کی پرعزم آوازوں میں یہ پیغام صاف سنائی دے رہا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو

سامنے رکھتے ہوئے مومنین کے ایسے ردِّعمل کا اظہار بغیر کسی تکلف کے کر رہے ہیں کہ انّا للّٰہِ و انا الیہِ راجعون۔ ہم پورے ہوش وحواس اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ادراک کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اللہ کی رضا پر خوش ہیں'۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ فرمودہ 4جون 2010ء)۔

حیرت انگیز اجتماعی ردِّعمل

یہ سانحہ اتنا بڑا تھا اور پہنچایا جانے والا نقصان اتنا زیادہ کہ ظاہر بین مخالف گمان کرتے تھے کہ شاید اس وقت جماعت احمدیہ اپنے بارہ دہائیوں سے قائم صبر وضبط، تحمل، امن پسندی، عفو و درگزر اور ہر ظلم وزیادتی پر صرف اپنے ربّ کے حضور جھکنے کی اعلیٰ، غیر معمولی اور حیران کن روایت اور کردار کے برخلاف کوئی ردِّعمل ظاہر کرے اور پھر وہ اس کو بہانہ بنا کر مزید من مانی کر سکیں مگر افسوس کہ وہ ابھی تک جماعت کے مزاج شناس نہیں۔ یہ احمدی زمین پر ان کی طرح چلتے پھرتے اور انہی برادریوں اور علاقوں سے متعلق ضرور ہیں لیکن اس فرق کے ساتھ کہ خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہونے والے لوگ ہیں اور ایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر ان کے پہاڑ جیسے دل سمندروں کی طرح صبر وضبط سے بھرے ہوئے ہیں اور اس صبر نے ان میں برداشت کی وہ طاقت پیدا کی ہے کہ وہ بڑے سے بڑے نقصان پر انشراح صدر سے یہی کہتے ہیں کہ:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ؕ

(البقرہ: 157)

ترجمہ: ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

جماعت نے بحیثیت مجموعی اس بڑے سانحہ پر یہی ردِّعمل دکھایا اور سرخرو رہی جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد ہے کہ

'ہم نے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہوئے انــا لـلّٰـہِ و انـا الیـہِ راجــعــون کہا اور اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا۔ ہم نے تو اپنا غم اور اپنا دکھ خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا ہے اور اس کی رضا پر راضی اور اس کے فیصلہ کے انتظار میں ہیں'۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ فرمودہ 4 جون الفضل ربوہ13 جولائی 2010ء)

ہاں اس کے ساتھ اس اجتماعی ردِّعمل کے تین رخ اور بھی تھے رُحَـمَـآ ءُ بَیۡنَھُمۡ اس قرآنی ارشاد (الفتح: 30) کے مطابق مومن ہونے کے ناطہ ہر احمدی کا دل دوسرے احمدی کے لئے محبت سے بھرا ہوا ہے۔ یہ سب دل ساتھ ساتھ دھڑکتے ہیں اور ایک کا غم اور درد سب کو غمگین کرتا ہے اور ایک کی خوشی، کامیابی اور ترقی سب کو خوش کرتی ہے۔ یہی محبت ہے کہ بلا کسی گزشتہ جان پہچان کے صرف احمدی ہونے کا تعارف دلوں کو خوشی سے بھر دیتا ہے۔ اتنے بڑے سانحہ پر دنیا بھر میں یہ محبت بھرے دل کس کس طرح تڑپے ہوں گے؟ آنکھیں بھیگی ہوں گی اور دل روئے ہوں گے اس کا کسی قدر اظہار ان خطوط میں ہوا ہے جو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے نام لکھے اور جن کا ذکر حضور نے اس سانحہ سے اگلے جمعہ یوں فرمایا:

'گزشتہ ہفتے میں ہزاروں خطوط معمول کے ہزاروں خطوط سے بڑھ کر مجھے ملے اور تمام کا مضمون ایک محور پر مرکوز تھا۔ جن میں لاہور کے شہداء کی عظیم شہادت پر جذبات کا اظہار کیا گیا تھا۔ اپنے احساسات کا اظہار لوگوں نے کیا تھا۔ غم تھا، دکھ تھا، غصہ تھا لیکن فوراً ہی اگلے فقرہ میں وہ غصہ صبر اور دعا میں ڈھل جاتا تھا، سب لوگ جو تھے وہ اپنے مسائل بھول گئے۔ یہ خطوط پاکستان سے بھی آ رہے ہیں، عرب ممالک سے بھی آ رہے ہیں، ہندوستان سے بھی آ رہے ہیں، آسٹریلیا اور جزائر سے بھی آ رہے ہیں، یورپ سے بھی آ رہے ہیں اور امریکہ سے بھی آ رہے ہیں افریقہ سے بھی آ رہے ہیں جن میں پاکستانی نژاد احمدیوں کے جذبات ہی نہیں جھلک رہے کہ ان کے ہم قوموں پر ظلم ہوا ہے۔ باہر جو پاکستانی احمدی ہیں ان کے وہاں عزیزوں یا ہم قوموں پر ظلم ہوا ہے۔ بلکہ ہر ملک کا باشندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کی بیعت میں آنے کی توفیق دی۔ یوں تڑپ کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا یا کر رہا ہے۔ جس طرح اسکا کوئی انتہائی قریبی، خونی رشتہ میں پرویا ہوا عزیز اس ظلم کا نشانہ بنا ہے'۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ فرمودہ 4جون 2010ء الفضل ربوہ 13 جولائی 2010ء)۔

اس موقع پر ربوہ سے مرکزی وفد کی لاہور آمد اور طویل قیام کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت پر بیرونی ممالک سے بھی وفود آئے اور از خود بہت سے احمدی مختلف جگہوں سے وہاں پہنچے اور شہداء کے لواحقین کا غم بٹانے کے لئے ان کے گھروں میں گئے۔ بہت سے احباب نے ان جانے والوں کے بارے میں اخبار الفضل میں مضامین لکھے اور اس طرح ان کی یادوں میں تمام جماعت کو شریک کر لیا۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور محبت کا دریا مسلسل بہہ رہا ہے۔

دستِ دعا

ان جانے والوں کے غم اور ان کے پسماندگان کے دکھ نے ہر احمدی کے دل کو مضطرب رکھا اور اپنی اپنی توفیق کے مطابق سب اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے اور ان کے لئے خیر کی دعائیں کیں۔ نیم شب کے یہ گریے بھی اس برادرانہ اخوت کا اظہار تھا جو احباب جماعت ایک دوسرے کے لئے رکھتے ہیں۔ ان سب نیک تمناؤں اور التجاؤں پر مستزاد وہ دعائیں ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبات میں ان شہداء اور ان کے لواحقین کے لئے کیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

'اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے'۔

'خدا تعالیٰ اپنے پیاروں میں ان کو جگہ دے'۔

'اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت اور مغفرت کی چادر میں لپیٹے'۔

'اللہ تعالیٰ ان کی نیکیاں ان کی نسلوں میں بھی جاری رکھے'۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 11 جون الفضل ربوہ20 جولائی 2010ء)

'اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں اور ان کی نیک خواہشات اپنے بیوی، بچوں اور نسلوں کے لئے قبول فرمائے'

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 18 جون الفضل ربوہ27 جولائی 2010ء)

شہادت کے بعد پیدا ہونے والے بچّوں کے لئے

'اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو نیک، صالح اور خادمِ دین بنائے اور وہ لمبی عمر پانے والے ہوں'

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 11 جون الفضل ربوہ 20 جولائی 2010ء)

لواحقین کے لئے

'ان کے بیوی بچوں کا حافظ و ناصر ہو۔ جن کے والدین حیات ہیں انہیں بھی ہمت اور حوصلہ سے یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی نسلوں کے ایمانوں کو بھی مضبوط رکھے۔ آئندہ نسلیں بھی صبر اور استقامت سے یہ سب دین پر قائم رہنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے'۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 25جون الفضل ربوہ3 اگست 2010ء)

'اللہ تعالیٰ تمام لواحقین کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ ان کی پریشانیوں، دکھوں اور تکلیفوں کو دور فرمائے اور خود ہی ان کا مداوا کرے۔ انسانی کوشش جتنی بھی ہو اس میں کسر رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو صحیح تسکین کے سامان پیدا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے تسکین کا سامان پیدا فرمائے اور ان کے بہتر حالات کے سامان پیدا فرمائے'۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 9 جولائی الفضل ربوہ24 اگست 2010)

خدمت

محبت کا ایک اظہار خدمت ہے۔ اس خدمت کا جو دریا اس سانحہ کے بعد موجزن ہوا وہ حیرت انگیز تھا۔ تین گھنٹے سے زائد محاصرہ ختم ہوتے ہی خدام نے ایک جوش اور جذبے سے زخمیوں کو سنبھالا۔ شہداء کی لاشوں کو ہسپتال روانہ کیا اور پھر خود ہسپتال میں خون دینے کے لئے جا پہنچے۔ یہ سب ایک منفرد نظارہ تھا۔86 جنازوں کی تیاری اور بیشتر کو ربوہ لے جانے کا انتظام۔ ہسپتالوں میں داخل سَو سے زیادہ زخمیوں کی دیکھ بھال۔ مساجد کی حفاظت کے لئے اضافی ڈیوٹیاں۔ یہ سب کام یکجا ہو گئے تھے۔ احباب جماعت لاہور نے اس خدمت کا حق ادا کر دیا۔ ماہنامہ انصاراللہ کے شہداء لاہور نمبر میں خدمت کی وہ تفصیل شائع ہوئی ہے جو اس موقع پر لاہور کے احمدیوں نے کی۔ اس میں تمام خدام وانصار کے علاوہ بڑی تعداد میں ڈاکٹرز کی خصوصی مدد کا ذکر ہے اور ایک ناصر کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ آخری مریض کے ہسپتال چھوڑنے تک یعنی تقریباً دو ماہ سارا سارا دن ڈیوٹیاں دیتے رہے۔

یہ بےلوث اور ان تھک خدمت محبت کے جذبے کے ساتھ ہی ممکن ہوئی۔

جہاں جماعت احمدیہ لاہور کو خدمت کا یہ موقع ملا وہاں پاکستان اور تمام دنیا کی جماعتوں کو بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے جاری کردہ، سیدنا بلال فنڈ میں عطیات دے کر اس خدمت میں حصہ لینے کی توفیق ملی اور مل رہی ہے۔

راہِ عمل

شہادتیں راہِ حق کا لازمہ ہیں۔ جان دینے سے بڑھ کر اور کوئی قربانی نہیں۔ تاہم زندہ رہ کر اس جان کو ہر آن تسلیم ورضا کے ساتھ، نفس کی قربانی دیتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے احکام تلے گزرنا بھی کم نہیں ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے:

'جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ثابت قدم رہتا ہے اور اس کے لئے ہر دکھ، درد اور مصیبت کو اٹھانے کے لئے مستعد رہتا ہے اور اٹھاتا ہے وہ بھی شہید ہے شہید کا مقام وہ مقام ہے جہاں وہ اللہ تعالیٰ کو گویا دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ہستی اس کی قدرتوں اور تصرفات پر وہ اس طرح ایمان لاتا ہے جیسے کسی چیز کو انسان مشاہدہ کر لیتا ہے جب اس حالت پر انسان پہنچ جاوے پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینا کچھ بھی مشکل نہیں ہوتا بلکہ وہ اس میں راحت اور لذّت محسوس کرتا ہے''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 423)

اور یہی وہ راہِ عمل ہے جس کی طرف حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایداللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شہداء کے ذکر میں کئی بار توجہ دلائی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

'آج ہم میں سے ہر ایک کا کام ہے کہ اپنے عہدِ بیعت کو نبھاتے ہوئے اپنے اندر وہ انقلابِ عظیم پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے مقرب بنیں۔ جو انقلاب زمانے کے منادی ہم میں روحانی طور پر پیدا کرنا چاہتے تھے'۔

'خدا تعالیٰ کی قربت کے مزید مدارج طے کرنے کی طرف ہر احمدی کو اب مستقل مزاجی سے توجہ کی ضرورت ہے'۔

'اگر ہم دعاؤں اور استغفار میں اس کا حق ادا کرتے ہوئے جت گئے۔ اگر ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات پر صحیح رنگ میں عمل کیا، وہ تبدیلیاں پیدا کرلیں جو اس زمانے کے امام ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی راتوں کو دعاؤں سے سجاتے رہے۔ تو یہ مخالفتیں اور ظلم جو درحقیقت جماعت کی بنیادوں کو کمزور کرنے کے لئے کی جارہی ہیں۔ یہ جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتیں'۔

(خطاب حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ جلسہ سالانہ جرمنی 27 جون 2010ء)

'آگے بڑھنے والی قومیں صرف احساس پیدا کرنے کو کافی نہیں سمجھتیں۔ بلکہ ان نیکیوں کو جاری رکھنے کے لئے، پیچھے رہ جانے والا ہر فرد جانے والوں کی خواہشات اور قربانیوں کے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس ہمارا کام ہے اور فرض ہے کہ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے ان قربانیوں کا حق ادا کریں'۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ فرمودہ 9 جولائی الفضل ربوہ 16 جولائی 2010ء)

'ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر احمدی اپنے عہد بیعت کو نبھاتے ہوئے اپنے اندر وہ انقلابِ عظیم پیدا کرنے کی کوشش کرے جو اسے اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دے یہی وہ روحانی انقلاب ہے جو زمانے کے منادی ہم میں پیدا کرنا چاہتے تھے'۔

(پیغام حضرت خلیفہ المسیح لخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ مورخہ 29 اکتوبر ماہنامہ انصاراللّٰہ نومبر دسمبر 2010ء صفحہ 9)

ہم زندہ قوم ہیں۔ حادثے، سانحے اور شہادتیں ہمارا زادِراہ ہیں، منزل نہیں۔ منزل وہی مقامِ عبودیت کا حصول ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ سے تعلق اور محبت، اس سے لو لگانا، اس پر تکیہ کرنا، اسی کی طرف دیکھنا اور اس سے مانگنا طریق ہے۔ اس راہ سے کامیابی سے گزر کر ہی ہم اس قابل ہوسکتے ہیں کہ آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع میں یہ کہہ سکیں کہ

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

(الانعام:163)

ترجمہ: یقیناً میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

یہ منزل ہمیں پکارتی ہے اور مطالبہ کرتی ہے کہ ع

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

☆......☆......☆......☆

ابتلاؤں اور مظالم کے خوفناک ادوار اور جماعت احمدیہ کی ترقیات وروشن مستقبل

قسط چہارم

سید شمشاد احمد ناصر، مربی سلسلہ، لاس اینجلس امریکہ

چھوٹے چھوٹے ابتلاء تو انفرادی طور پر آتے ہی رہتے ہیں اور جماعت احمدیہ مسلمہ کے افراد کو جو ہتھیار بانی سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ''دعا'' کا دیا ہے اس سے بہت فائدہ اٹھاتے، خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق بڑھاتے اور اپنی وفا کے نمونے رقم کرتے رہتے ہیں۔ خاکسار ان مظالم اور ابتلاؤں کا ذکر کر رہا ہے جو انفرادی طور پر بھی متاثر کرتے ہیں اور پھر ان ابتلاؤں میں مخالفین کو حکومت وقت کا بھی بھرپور ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ ملکی قوانین سے ظالم دشمن بہت فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس قسم کا ایک اور ہولناک طوفان بلکہ جماعت کے لئے ایک سونامی 1984ء میں آیا جب پاکستان کے ایک آمر جنرل ضیاء الحق نے احمدیت کے قافلہ کی ترقی روکنے کے لئے جماعت کو ایک ''ناسور'' اور کینسر سے تشبیہ دے کر جماعت کے خلاف سارے ملک میں آگ بھڑکائی اور پھر ایسا آرڈیننس جاری کیا جس سے جماعت کی شہ رگ یعنی خلافت پر ہاتھ ڈالا جائے اور اس وقت جماعت اگر کچھ بھی احتجاج کرے تو اسے نعوذ باللہ کچل کر رکھ دیا جائے۔

اس بدنام زمانہ آرڈیننس کے مطابق جو اپریل 1984ء میں نافذ کیا گیا تھا کوئی احمدی اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہلا سکتا، کوئی احمدی ''السلام علیکم'' نہیں کہہ سکتا، کوئی احمدی اذان نہیں دے سکتا، نماز نہیں پڑھ سکتا، قرآن نہیں پڑھ سکتا، مسجد کو مسجد نہیں کہہ سکتا اور کوئی بھی اسلامی اصطلاح استعارۃً یا کنایۃً استعمال نہیں کر سکتا۔

اور اگر کوئی احمدی ایسا کرے گا تو اسے جرمانہ کی سزا کے علاوہ جیل میں بھی ڈالا جائے گا۔ گویا ہر طریق سے احمدیوں کا راستہ مسلمان ہونے کا بند کر دیا گیا۔ اب آپ ذرا سوچیں کہ ان حالات میں بظاہر جماعت کا زندہ رہنا ناممکن ہے۔ سب سے بڑی اہم بات یہ تھی کہ خلیفہ وقت پاکستان میں تھے اور ان کا منصوبہ یہ تھا کہ جونہی خلیفہ وقت نماز کے لئے یا خطبہ دینے کے لیے مسجد میں آئیں گے تو ہم ان کو گرفتار کر لیں گے۔ کیونکہ حضور نے آتے ہی مسنون طریق کے مطابق منبر پر ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہنا ہے جو ان کی گرفتاری کے لیے کافی دلیل ہے۔ اور یہی جرم ان کی گرفتاری کے لئے کافی ہے۔ اور جیسے ہی خطبہ اولیٰ اشھد ان لا الٰہ الّا اللّٰہ پڑھیں گے تب بھی گرفتاری، نماز پڑھائیں گے تب بھی مجرم، گویا ہر لحاظ سے ہر طرف سے جماعت کو قید کر کے رکھ دیا گیا صرف اس جرم کی بنا پر کہ وہ خدا کا نام کیوں لیتے ہیں۔ قرآن کریم میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے کہ:۔

وما نقموا منهم الا ان يؤمنوا بالله العزيز الحميد۔

''اور وہ صرف اس بناء پر ان سے ناراض ہوئے کہ وہ کیوں عزیز اور حمید خدا پر ایمان لائے۔''

(البروج:9)

ان حالات میں جماعت کے احباب کے مشورہ اور دعا کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ علیہ نے ربوہ پاکستان سے لندن ہجرت فرمائی۔ یہ واقعہ جماعت احمدیہ بالخصوص ربوہ میں مقیم افراد کے لئے نہایت تکلیف دہ تھا اور ہے کیونکہ اب تک ربوہ ہی مرکز خلافت تھا اور اچانک یوں خلیفہ وقت کا ہجرت کر جانا سب احمدیوں کے لئے بہت تکلیف دہ تھا۔ بہرکیف سب نے خدا تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنے کا عہد کیا اور دعاؤں میں اپنے اوقات کو صرف کیا۔ اور خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے استعانت چاہی۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ لندن پہنچے اس وقت جماعت کی ترقی کے لئے نئی منصوبہ بندی کی گئی۔ لیکن ان کا ذکر کرنے سے قبل پاکستان کے احمدیوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا کچھ تذکرہ کرنا مناسب ہوگا۔

1984ء میں پاس کردہ اس آرڈیننس کی وجہ سے پاکستان کے احمدیوں پر ہر روز نت نئے ستم روا رکھے جانے لگے۔ جس کا سلسلہ آج تک قائم ہے۔ کوئی شخص بھی اگر پولیس میں جا کر یہ رپورٹ درج کروا دیتا کہ یہ مرزائی مجھے تبلیغ کر رہا تھا تو قطع نظر

اس کے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے یا سچ اس احمدی کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا جاتا۔ یہ فرضی قصہ اور کہانی نہیں ۔ درجنوں نہیں ، سینکڑوں نہیں بلکہ اس وقت تک ہزاروں احمدیوں کوخدائے واحدلاشریک کی طرف بلانے کے جرم میں جیل میں ڈالا جاچکا ہے۔

(احمد پور شرقیہ میں میرے والد سید شوکت علی صاحب اور چند احمدیوں کو 1992ء میں ایک ایسے ہی مقدمے میں ملوث کر کے 15 دن تک جیل میں رکھا گیا۔ اور یہ مقدمہ آج تک زیر سماعت ہے)

اگر کسی نے پولیس میں جا کر یہ شکایت لگا دی کہ یہ قادیانی ہے اور اس نے مجھے ابھی ''السلام علیکم'' کی دعا دی ہے تو پولیس اسے فوراً جیل میں ڈال دیتی۔ کسی نے **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم** اور **السلام علیکم** لکھا تو اسے یہ بابرکت کلمات لکھنے کے جرم میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے بند کر دیا گیا بعض احمدی اس وجہ سے قید تھے کہ انہوں نے اپنے بچوں کے شادی کارڈ پر **بسم اللّٰہ** اور **السلام علیکم** لکھا۔ اگر کوئی ہاتھ میں جماعتی کتاب پکڑے گزر رہا تھا تو اس کے خلاف مقدمہ کر دیا گیا۔ غرض یہ آرڈینینس دشمنان احمدیت کے لئے ایک ایسا کارڈ تھا جس کو جس وقت کوئی بھی چاہے جماعت احمدیہ کے خلاف استعمال کرسکتا تھا۔ پھر یہی نہیں مسجد ساہیوال میں جب مخالفین نے حملہ کیا تو اس وقت مسجد کی حفاظت پر مامور احمدی نے گولی چلائی جس پر مخالفین کے دو آدمی مارے گئے ۔ مخالفین نے احمدیوں کے خلاف کیس دائر کر دیا اور گیارہ احمدیوں کے خلاف پرچہ درج کر دیا گیا جس میں سات افراد کو اسی دن گرفتار کر لیا گیا۔ جب مقدمہ چلا تو سات میں سے صرف ایک کو بری کر دیا گیا دو کو سزائے موت اور چار کو عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ سزائے موت کا حکم سننے والے مکرم محمد الیاس منیر صاحب اور مکرم رانا نعیم الدین صاحب تھے۔ دوران قید ان چھ احباب نے خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام مشکلات اور مصائب کا جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ خاکسار کو بھی فیصل آباد جیل میں جا کر مکرم الیاس منیر صاحب اور دیگر ساتھیوں سے ملنے کا موقع ملا ہے ۔ ملاقات کے دوران یہ دیکھ کر بڑی حیرانی ہوتی تھی کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر ایک کے حوصلے بلند ہیں۔

ادھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا دل ان اسیران راہ مولیٰ کی جدائی اور پھر انہیں دی جانے والی سزا پر خدا کے حضور ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ سانحہ ساہیوال کے بارہ میں جب حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کو رپورٹ بھجوائی گئی تو آپ نے ساری رات دعائیں کرتے ہوئے گزاری۔ ذرا سی دیر کو جو آپ کی آنکھ لگی تو آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو دیکھا جنہوں نے حضور کو السلام علیکم کہا۔ اس خواب سے حضور کو یقین ہو گیا کہ جماعت اس طوفان مخالفت میں سلامتی اور کامیابی کے ساتھ گزر جائے گی۔ اسیران راہ مولیٰ سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ نے مکرم الیاس منیر صاحب کو اپنے ایک خط میں لکھا:۔

''مجھے تو بعض دفعہ لگتا ہے کہ میرا جسم آزاد مگر اسیران راہ مولیٰ کے ساتھ قید میں رہتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ میں کہاں کہاں رہتا ہوں۔''

ایک اور خط میں لکھا:۔

''اپنے دل کی کیفیت مزید کچھ نہیں لکھتا کہ تم بے چین نہ ہو جاؤ کیا تمہیں علم نہیں کہ کروڑوں احمدیوں کے دلوں کا چین تم چند مظلوم احمدیوں کے دلوں سے وابستہ کر دیا گیا ہے''

اپنی نظم ریکارڈ کر کے اسیران راہ مولیٰ کو جیل میں بھجوائی جس کے دو اشعار درج کرتا ہوں:۔

کیا تم کو خبر ہے رہ مولا کے اسیرو
تم سے مجھے ایک رشتہءجاں سب سے سوا ہے
کس دن مجھے تم یاد نہیں آئے مگر آج
کیا روزِ قیامت ہے کہ اک حشر بپا ہے

آپ نے اسیران کو حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب تذکرۃ الشہادتین کا مطالعہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ یہی وجہ تھی کہ کسی اسیر راہ مولیٰ کا سر دنیا کی عدالت کے سامنے اور پھانسی کی سزا کے اعلان کے بعد صدر کے سامنے رحم کی اپیل کرنے کو نہیں جھکا اس وقت حضور رحمہ اللہ نے ایک خطبہ میں فرمایا:۔

''ہم تو اس صاحب جبروت خدا کو جانتے ہیں کسی اور کی خدائی کے قائل نہیں اس لئے احمدیوں کا سر ان ظالمانہ سزاؤں کے نتیجہ میں جھکے گا نہیں بلکہ اور بلند ہوگا یہاں تک کہ خدا کی غیرت یہ فیصلہ کرے گی کہ دنیا میں سب سے زیادہ سر بلندی احمدی کے سر کو نصیب ہوگی کیونکہ یہی وہ سر ہے جو خدا کے حضور سب سے زیادہ عاجزانہ طور پر جھکنے والا سر ہے''

اس کے ساتھ ساتھ حضور رحمہ اللہ نے خود بھی دن رات اور احباب جماعت کو بھی بار بار دعاؤں کی تلقین فرماتے رہے اپنے ایک خط میں اس طرح عرض کیا:۔

''اے اللہ!..انہیں موت کی تنگ راہ سے گزارے بغیر ابد الآباد کی زندگی عطا فرما اور اسی دنیا میں انہیں اہل بقا میں شمار فرما لے اور مجھے یہ خیر کی بھیک عطا کر کہ میں انہیں اپنے سینہ سے لگا کر ان کی پیشانی کو بوسہ دوں

اور اپنے دل کی پیاس بجھاؤں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قدرت کا نشان دکھایا، حضور رحمہ اللہ کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور تمام عالمگیر جماعت احمدیہ کے کروڑہا احمدیوں کی دعاؤں کو استجابت سے نوازا اور پھر سب نے ایک دن یہ خوشخبری سنی کہ الحمد للہ ہمارے یہ اسیران راہ مولیٰ رہا ہو کر ایک نئی زندگی پا گئے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسیروں کو ظالموں کی قید سے رہائی بخشی تو حضور نے خدا تعالیٰ کے حضور حمد وثناء کے گیت گاتے ہوئے ساری جماعت کے ساتھ جشن تشکر منایا اور مٹھائیاں تقسیم کی گئیں، الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

اس خوشی کی وجہ صرف ایک ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف رویاء کے ذریعہ حضور انور کو ان معصوموں کی بریت کی اطلاع اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی آواز اور حضرت مرزا مظفر احمد صاحب اور حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان کو خواب میں دکھایا۔ جب خدا کی بات پوری ہوئی اور ان بے گناہوں کو رہائی ملی تو خدا تعالیٰ کے شکرانے کے طور پر یہ ظاہری خوشی بھی کی گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضور انور نے 9 جون 1986ء کو اپنے ایک رویاء کا ذکر فرمایا کہ یہ آج ہی صبح عید کا تحفہ عطا ہوا تھا۔ جس میں حضور رحمہ اللہ کی حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے بڑے پیار اور فرشتوں کی سی مسکراہٹ کے ساتھ ایک شعر (جو حضور نے فرمایا مجھے اس وقت یاد نہیں رہ سکا) جس کا مفہوم یہ تھا کہ شمع خود ہی پروانے کے پاس آ گئی ہے۔

حضور نے فرمایا اس رویاء میں بہت ہی عظیم الشان خوشخبری ہے اور یہ پیغام ہے ان کے نام بھی جو جماعت کی ترقی کے قدم جکڑنا چاہتے ہیں کہ تم ایک ملک میں جماعت کی ترقی کو روکنے کے لئے ساری جدوجہد کر رہے ہو۔ مگر خدا سارے جہان میں اپنی نصرتیں لے کر آئے گا اور تمام جہانوں میں اس جماعت کو غلبہ نصیب ہوگا یہ خوشخبری تھی جو عید کے لئے عطا ہوئی اور جماعت کی امانت تھی جو میں جماعت کے سپرد کرتا ہوں۔

(ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ جون 1986ء صفحہ 5)

جہاں حضور انور نے ابتلاؤں اور مشکلات اور فتنوں اور مظالم کا ذکر کیا جو جماعت پر ہو رہے تھے وہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی خوشخبریوں سے بھی جماعت کو آگاہ کیا اور ساتھ ہی جماعت کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلائی۔

10 جون 1988ء کو حضور نے پاکستان کے ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق اور ان کے ساتھیوں کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا اور اس سے اگلے خطبہ 17 جون 1988ء میں حضور نے جماعت کو دعاؤں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

''تمام جماعت احمدیہ کی ایک بڑی ذمہ داری ہے جس کی طرف خدا تعالیٰ نے رویاء میں مجھے توجہ دلائی ہے، میں نے رویا میں دیکھا کہ نہایت پرشوکت انداز میں اور بڑی قوت کے ساتھ جماعت کو عبادات کے قائم کرنے، عبادات کے معیار کو بلند کرنے، نمازوں میں آگے قدم بڑھانے اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی طرف توجہ دلا رہا ہوں، رویاء میں اس مضمون کو میں اس طرح بیان کر رہا ہوں کہ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی وجہ سے تم آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ گے تو یہ خیال غلط ہے، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک تم خدا کی عبادت کو قائم نہیں کرو گے آسمان پر تم نجات یافتہ نہیں لکھے جاؤ گے اس لئے زمین پر عبادتوں کو قائم کرو۔''

(ضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید جون 1988ء صفحہ 4)

جماعت احمدیہ نے حضور کے ارشادات کے مطابق عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی طرف توجہ دی اور خدا تعالیٰ نے جلد ہی جماعت احمدیہ کے حق میں عظیم الشان نشان ظاہر کیا۔ مباہلہ کے چیلنج کے صرف دو ماہ کے اندر اندر 17 اگست 1988ء کو ضیاء الحق عبرت کا نشان بن کر ہمیشہ کے لئے جماعت احمدیہ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر گیا۔ اس کا طیارہ سی ون تھرٹی جو سب سے محفوظ طیارہ شمار ہوتا ہے فضا میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ چنانچہ نوائے وقت کراچی میں یہ خبر جلی حروف میں یوں شائع ہوئی:

''صدر ضیاء کے طیارے کے المناک حادثہ کا آنکھوں دیکھا حال۔ طیارے نے تین بار غوطہ لگایا اور پھر منہ کے بل زمین پر آ گرا۔ دھماکے سے پھٹنے کے بعد طیارے کے ٹکڑوں میں آگ لگ گئی۔ قرب وجوار کے درخت بھی جل گئے۔ ملبے سے رات تک 8 جلی ہوئی نعشیں نکالی جا چکی تھیں۔ جسموں کے ٹکڑے بکھر گئے۔''

(نوائے وقت 18 اگست 1988ء)

خدا کے خلیفہ کے یہ الفاظ بڑی شان سے پورے ہوئے:

''جماعت احمدیہ کا ایک مولیٰ ہے، زمین وآسمان کا خدا ہمارا مولیٰ ہے، لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارا کوئی مولیٰ نہیں، خدا کی قسم جب ہمارا مولیٰ ہماری مدد کو آئے گا تو کوئی تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ خدا کی تقدیر جب تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کرے گی تو تمہارے نام ونشان مٹا دیئے جائیں گے۔ ہمیشہ دنیا تمہیں ذلت اور رسوائی کے ساتھ

یاد کرے گی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 دسمبر 1984)

تمہیں مٹانے کا زعم لے کر اٹھے ہیں جو خاک کے بگولے
خدا اڑا دے گا خاک ان کی کرے گا رسوائے عام کہنا

دشمن کا عبرتناک طور پر ہلاک ہونا ایسا وقت ہوتا ہے جب کہ طبعاً ہر کسی کا دل خوشیاں منا رہا ہوتا ہے لیکن ایسے وقت میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جماعت کو اپنے 19 اگست 1988ء کے خطبہ جمعہ میں نصیحت فرمائی۔ آپ نے اپنے خطبہ کو ان الفاظ سے شروع فرمایا کہ پنجابی کے ایک صوفی منش شاعر میاں محمد بخش کا ایک شعر ہے کہ:

دشمن مرے تے خوشی نہ کریئے سجناں وی مرجانا

آپ نے فرمایا کہ ہماری تربیت میں یہ بات شامل ہے کہ دشمن کی موت پر بھی ہم خوشی نہیں کرتے۔ لیکن بعض مواقع ایسے بھی آجاتے ہیں کہ بعض اموات کا خوشیوں کے ساتھ تعلق بن جاتا ہے اور وہ بھی قرآن کریم کی روشنی میں جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: و یومئذ یفرح المؤمنون ۔ بنصر اللّٰہ ۔ آج کے دن مومن خوش ہیں اس لئے نہیں کہ دشمن مارا گیا بلکہ خدا تعالیٰ کی مدد کے آنے پر خوش ہیں۔ حضور رحمہ اللہ نے جماعت احمدیہ کے سربراہ کی حیثیت سے اس طیارہ کے حادثہ میں ہلاک ہونے والوں کے ورثاء کو تعزیت کے پیغامات بھی بھجوائے۔ پس احمدی اس لئے خوش ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نصرت کو آسمان سے نازل ہوتے خود دیکھ لیا۔

اللہ تعالیٰ نے مباہلہ کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ دشمنان احمدیت کو ہلاک کیا بلکہ جماعت کو نصرت پر نصرت اور ترقیات پر ترقیات اور کامیابیوں پر کامیابیاں عطا فرمائیں۔ آیئے اس کی ایک جھلک مشاہدہ کرتے ہیں۔ مکرم نصیر احمد قمر صاحب ایڈیٹر ہفت روزہ انٹرنیشنل الفضل کے ایک مضمون سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں جو الفضل انٹرنیشنل کی 21 مئی تا 27 مئی 1999ء کی اشاعت میں شائع ہوا آپ لکھتے ہیں کہ:

> ''جماعت احمدیہ کی تاریخ الٰہی نصرت کے نشانوں سے اس طرح بھری پڑی ہے کہ گویا ان کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ دنیا کا کوئی خطہ نہیں جو ان نشانات سے خالی ہو۔ خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ سے صدق واخلاص اور وفا کا تعلق رکھنے والے تمام احمدی ان نشانوں کے گواہ ہیں۔ صرف ذاتی اور انفرادی طور پر یا مقامی اور ملکی سطح پر ہی نہیں بلکہ عالمی پیمانے پر ساری جماعت احمدیہ عالمگیر کے ساتھ خدا تعالیٰ کا جو خاص فضل اور احسان کا غیر معمولی سلوک ہے اور اس کی نصرت کے جو نشان موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں ان کا احاطہ تو در کنار ان کا تصور بھی کسی انسان کے بس میں نہیں۔
>
> ...... 1984ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ پاکستان سے بتقدیر الٰہی ہجرت کر کے لندن تشریف لائے تو جماعت ایک نئے دور میں داخل ہوئی۔ وہ دور جس میں مخالفتیں بھی انتہا درجہ کی ہوئیں یہاں تک کہ پاکستان کے اس وقت کے آمر نے اپنے اس ناپاک عزم کا کھلے بندوں اعلان کیا اور اس کا یہ پیغام انگلستان میں مولویوں کی ایک کانفرنس میں پڑھ کر سنایا گیا کہ وہ ''احمدیت کے کینسر'' کو ختم کر دے گا۔ لیکن جس قدر مخالفت بڑھتی گئی اس سے کہیں زیادہ زور اور شدت کے ساتھ آسمان سے فرشتوں کی تائید نازل ہوتی چلی گئی اور وہ صدائے فقیرانہ حق آشنا جسے وہ دشمن بدنواد با کر ختم کر دینا چاہتا تھا وہ دیکھتے ہی دیکھتے شش جہات میں اس شان اور عظمت سے پھیلنے لگی کہ اس سے زمین ہی نہیں فضا بھی گونجنے لگی۔ بڑی کثرت سے نئی مساجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم ہوئے اور اسلامی لٹریچر مختلف زبانوں میں تراجم ہو کر پھیلنے لگا۔ خدمتِ خلق اور ہمدردیٔ بنی نوع انسان کے کاموں میں نئی بلندیاں حاصل ہوئیں اور لوگ جوق در جوق اس الٰہی نظام سے وابستہ ہونے لگے۔ 1993ء میں ہمارے محبوب امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے عالمی بیعت کی تحریک فرمائی تو چند ہزار سالانہ سے بڑھ کر یکدم دولاکھ چار ہزار 308 تک بیعتوں کی تعداد جا پہنچی۔ آپ نے خواہش فرمائی کہ اگلے سال دوگنا ہوں تو خدا تعالیٰ نے ایسا بابرکت سلسلہ چلایا کہ یہ سلسلہ اس طرح بڑھتے بڑھتے 1998ء میں صرف ایک سال میں 50 لاکھ چار ہزار 591 بیعتوں تک جا پہنچا۔ ادھر ایم ٹی اے کے ذریعہ احمدیوں کی تعلیم وتربیت اور ان میں دین کے استحکام اور تمکنتِ اسلام کا جو مبارک سلسلہ شروع ہوا تو وہ ہر سال نئی جہتوں میں نئی رفعتوں کو چھونے لگا۔ کیا یہ سب خدا تعالیٰ کی نصرتوں کے عظیم نشانات نہیں؟

دنیا حیران وسرگردان ہے کہ یہ چھوٹی سی اقلیت، یہ غریب اور بے کس اور بے سہارا جماعت شدید مخالفتوں کے باوجود کیسے اتنی بڑی بڑی مہمات

دینیہ اس قدر کامیابی کے ساتھ سرانجام دے رہی ہے۔ ہم انہیں کس طرح سمجھائیں کہ یہ سب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے وعدوں کا فیض ہے۔

ہر روز نصرتوں کے نشان پر نشان ہیں
برکات ہیں یہ صدی خلافت کے نور کی

و ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء و اللّٰہ ذو الفضل العظیم ۔

(الفضل انٹرنیشنل 21/مئی تا27/مئی 1999ء)

اس اقتباس میں ہلکی سی جھلک ان نصرتوں کی دکھائی گئی ہے اب اس کی تفصیل پڑھتے ہیں۔ جیسا کہ متعدد بار لکھا جا چکا ہے کہ حضورؒ کو آرڈیننس 20 کی وجہ سے پاکستان چھوڑنا پڑا اور آپ نے لندن ہجرت فرمائی۔ یہاں آکر سب سے اہم مسئلہ ساری جماعت کے ساتھ یعنی عالمگیر جماعت کے ساتھ خلیفہ وقت کے ساتھ رابطہ تھا۔ شروع میں خلیفہ وقت کے خطبات کی کیسٹ تیار کروا کر سارے مشنوں کو بھجوائی جانے لگیں۔ خاکسار ان دنوں مغربی افریقہ کے ملک گھانا اور پھر سیرالیون میں تھا۔ ہمیں جوں ہی حضور کے خطبات کی کیسٹس ملتیں ہم اس کی کاپیاں کروا کر جماعتوں کو بھجواتے اور بعض اوقات اپنی موجودگی میں سنواتے اور ساتھ ساتھ انگریزی میں ترجمہ اور مقامی زبانوں میں ترجمہ کروا کر بھی تقسیم کیا جاتا جس سے جماعت کے اندر علمی و روحانی معیار بھی بڑھنے لگا۔ خطبات کی کیسٹوں کا یہ سلسلہ کئی سال تک چلتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو MTA کی نعمت سے نوازا۔ آیئے اس کی بھی تفصیل خلافت کی اہمیت و برکات مصنفہ مکرم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب لندن سے لیتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ: ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔

(الصف :10)

یعنی وہی ہے جس نے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس کو دین کے ہر شعبہ پر کلیتہً غالب کردے۔ خواہ مشرک برا منائیں۔ قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے یہ بات واضح طور پر لکھی ہے کہ اس کا تعلق آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے امام مہدی سے ہے۔ اور اسلام کو ہر شعبہ میں اس کے زمانہ میں ترقی حاصل ہو گی۔ اسی طرح قرآن کریم میں آخری زمانہ میں ہونے والی ترقیات اور برق رفتاری سے ہونے والی کامیابیوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس سلسلہ میں سابق صحیفوں میں بہت کچھ لکھا ہوا ملتا ہے۔ جیسا متی میں لکھا ہے:

''کیونکہ جیسا بجلی پورب سے کوند کر پچھم میں دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا۔''

(متی باب 24)

اسی طرح حضرت علیؓ کا ایک قول ینابیع المودۃ میں یوں لکھا ہوا ملتا ہے:

''جب امام مہدی آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اہل مشرق و مغرب کو جمع کردے گا''

(ینابیع المودۃ جز3۔ صفحہ 90۔ از شیخ سلمان بن ابراھیم۔ طبع دوم۔ مکتبہ عرفان۔ بیروت)

اسی طرح حضرت شاہ رفیع الدین صاحب نے لکھا ہے کہ:

''اس (امام مہدی) کی بیعت کے وقت آسمان سے یہ آواز آئے گی کہ یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی آواز سنو اس کی اطاعت کرو اور یہ آواز اس وقت کے تمام خاص و عام سنیں گے''۔

(قیامت نامہ۔صفحہ 4۔ از شاہ رفیع الدین مطبع مجتبائی دھلی)

اسی طرح سے انوار نعمانیہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ شیعوں کی قوت سامعہ اور باصرہ کو اتنی تیز کر دے گا کہ اگر وہ ایک ملک میں ہوں اور امام مہدی دوسرے ملک میں تو وہ امام مہدی کو دیکھ سکیں گے سن سکیں گے اور اس کے انوار مشاہدہ کر سکیں گے اور آزادی سے بات چیت کر سکیں گے''

(انوارِ نعمانیہ۔ صفحہ160۔ بحوالہ تحذیر المسلمین۔ صفحہ 70۔ مرتبہ عبد الرزاق ایم۔ اے۔ اللّٰہ یار خان چکوال)

اسی طرح سے حضرت امام جعفر صادق صاحب فرماتے ہیں:۔

''ہمارے قائم (امام مہدی) جب مبعوث ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے گروہ کی شنوائی اور بینائی کو بڑھا دے گا یہاں تک کہ یوں محسوس ہوگا کہ امام قائم (امام مہدی) اور ان کے درمیان کا فاصلہ صرف ایک برید (اسٹیشن) کے برابر رہ گیا ہے۔ وہ امام ان سے باتیں کرے گا وہ اس کی باتوں کو سنیں گے اور اسے دیکھیں گے جبکہ امام مہدی اپنی جگہ پر ہی ٹھہرا رہے گا''۔

(بحار الانوار۔ جز52۔صفحہ336۔ از شیخ محمد باقر مجلسی دار احیاء التراث العربی۔ بیروت)

نیز ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''مومن جو امام قائم (امام مہدی) کے زمانہ میں مشرق میں ہوگا اپنے اس بھائی کو دیکھ لے گا جو مغرب میں ہوگا اور اسی طرح جو مغرب میں ہوگا وہ اپنے اس بھائی کو دیکھ لے گا جو مشرق میں ہوگا''۔

(بحار الانوار۔ جز 52۔ صفحہ 391)

اسی طرح سے حضرت امام باقر لکھتے ہیں کہ:۔

''امام مہدی کے نام پر ایک منادی کرنے والا آسمان سے منادی کرے گا جسے مشرق اور مغرب کے سب لوگ سنیں گے ہر سونے والا سن کر جاگ اٹھے گا اور کھڑا ہونے والا بیٹھ جائے گا اور بیٹھنے والا اس آواز کے جلال سے کھڑا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس پر جو اس آواز کو سنے اور اس پر لبیک کہے''

(بحار الانوار۔ جز 52۔ صفحہ 230)

یہ وہ تمام پیشگوئیاں ہیں جو آنے والے امام مہدی کے زمانہ میں پوری ہونے والی تھیں۔ ان کا آغاز تو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ ہی سے ہو گیا تھا۔ لیکن اس کا نظارہ جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ کے زمانہ میں دنیا والوں نے کیا۔ کیونکہ ان پیشگوئیوں میں یہ بھی پیشگوئی تھی کہ:۔

''امام مہدی کے نام پر ایک منادی کرنے والا آسمان سے منادی کرے گا''

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے امام مہدی کے نام پر MTA کے ذریعہ آسمان سے منادی کی جسے ساری دنیا نے دیکھا بھی اور سنا بھی۔ پھر اس کا خلافت رابعہ سے ہونا اس لئے بھی تقدیر الٰہی سے مقدر تھا کہ حدیث شریف میں ابن مریم کے آسمان سے اترنے کا ذکر موجود ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ چاہا کہ وہ ابن مریم ہی کے زمانہ میں ایسے سامان پیدا کرتا کہ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی والدہ محترمہ کا نام ''مریم'' ہی تھا اور خلفاء احمدیت میں سے ابن مریم ہی MTA کے ذریعہ سب سے پہلے آسمان سے گھر گھر میں اترا اور یہ پیشگوئی بڑی شان کے ساتھ ظاہری طور پر بھی پوری ہوئی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

(خلافت کی اہمیت و برکات صفحہ 255 تا 257)

نئے ممالک میں احمدیت کا نفوذ

1982ء میں خلافت رابعہ کے آغاز کے وقت جماعت 80 ممالک میں قائم تھی۔ 1984ء میں حضور کی ہجرت کے وقت جماعت 91 ممالک میں قائم ہو چکی تھی اور 2003ء میں حضورؒ کی وفات کے وقت جماعت 175 ممالک میں مضبوطی سے قدم جما چکی تھی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

مساجد کی تعمیر

دور ہجرت کے پہلے سال 85-1984 میں نئی مساجد جو دنیا بھر میں قائم ہوئیں ان کی تعداد 32 تھی۔ 86-1985 میں یہ تعداد 32 سے بڑھ کر 206 ہو گئی۔ 87-1986ء میں 136 نئی مساجد تعمیر ہوئیں۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک حیرت انگیز طور پر اضافہ ہوتا رہا چنانچہ 1999ء میں 1,524، 2000ء میں 1,915، 2001ء میں 2,570 اور ہجرت کے 19 سالوں میں مجموعی طور پر کل 13,065 نئی مساجد جماعت احمدیہ کو دنیا بھر میں بنانے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

مختلف جماعتوں میں نئی جماعتوں کا قیام

''حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دور ہجرت میں نئی جماعتوں کے قیام میں غیر معمولی اور حیرت انگیز اضافہ ہوا۔ لندن میں آنے کے بعد پہلے سال یعنی 85-1984 میں 28 نئی جماعتیں قائم ہوئیں اور پھر اگلے سال 86-1985 میں یہ تعداد 254 ہو گئی۔ سال 87-1986 میں یہ تعداد بڑھ کر 258 ہو گئی۔ اس کے بعد اس میں سال بہ سال مسلسل حیرت انگیز اضافہ ہوتا رہا۔ اس رفتار کا اندازہ آخری تین سالوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ سال 2000-1999ء میں دنیا بھر میں 6175 مقامات پر جبکہ 2000 سے 2001ء میں 12343 مقامات پر نئی جماعتوں کا قیام عمل میں آیا۔ اور سال 02-2001ء میں دنیا بھر میں 4485 نئی جماعتیں قائم ہوئیں اس طرح ہجرت کے 19 سالوں میں دنیا بھر میں 35358 مقامات پر نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔

اسی طرح حضورؒ کے زمانہ میں عالمی بیعت کا بھی آغاز 1993ء میں ہوا اور دنیا کے مختلف ممالک میں کروڑوں کی تعداد میں لوگ آغوش احمدیت میں آئے۔

مجلس نصرت جہاں کے تحت سکولز

86-1985ء میں غانا، نائیجیریا، سیرالیون، گیمبیا، لائبیریا اور یوگینڈا میں 31 ہائر سیکنڈری سکولز تھے۔ سیکنڈری کے علاوہ پرائمری اور نرسری سکولوں کی مجموعی تعداد 174 تھی۔ حضور کے دور مبارک میں کانگو اور آئیوری کوسٹ میں بھی سکولز کا قیام عمل

میں آیا۔2003ء میں افریقہ کے آٹھ ممالک میں 40 ہائر سیکنڈری سکولز، 238 پرائمری سکولز اور 58 نرسری سکولز کام کر رہے تھے جن کی کل تعداد 373 تھی۔ گویا حضورؒ کے دور ہجرت میں 199 سکولز کا اضافہ ہوا۔

مجلس نصرت جہاں کے تحت ہسپتال

سال 86-1985ء میں سات ممالک غانا، نائیجیریا، سیرالیون، گیمبیا، لائبیریا آئیوری کوسٹ اور یوگنڈا میں 24 ہسپتال کام کر رہے تھے۔ ان ممالک میں مزید وسعت کے علاوہ اللہ کے فضل سے درج ذیل ممالک میں بھی ہسپتالوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے:

بورکینا فاسو، بینن، کانگو، کینیا، تنزانیہ۔ اور اس وقت افریقہ کے 12 ممالک میں احمدیہ کلینکس اور ہسپتال کی تعداد 32 ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ جماعت احمدیہ کے انتظامات کے تحت دنیا بھر میں سینکڑوں کلینکس اور ہومیو پیتھک ڈسپنسریاں بھی کام کر رہی ہیں۔

(خلافت کی اهمیت و برکات)

خدا تعالیٰ کے ان انعامات افضال و برکات کو جس قدر بھی لکھنے میں اور اکٹھا کرنے میں طول دوں پھر بھی انصاف نہ ہو سکے گا۔ لیکن ہم اپنے رب کا جس قدر بھی شکر ادا کریں یقیناً پھر بھی کم ہی ہوگا۔ یہ سب ترقیات خدا تعالیٰ نے خلافت کی نعمت سے وابستہ کی ہیں اور جماعت احمدیہ کا مقدر رہیں گی۔ انشاء اللہ۔

لارڈ ایرک ایوبری نے جلسہ سالانہ برطانیہ 2002ء کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا:۔

''میں خاص طور پر آپ کے سربراہ حضرت مرزا طاہر احمد کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جن کی دانشمندانہ قیادت نے آپ کو مشکلات کے گرداب سے بچالیا اور امید واثق ہے کہ ان کی قیادت جماعت احمدیہ کے لئے نہ صرف برطانیہ میں بلکہ پوری دنیا میں ایک روشن مستقبل پیدا کرے گی جس سے ساری انسانیت کو فائدہ ہوگا۔

(روزنامه الفضل سالانه نمبر 2002ء صفحه 66)

یہاں پر ایک اور معاند احمدیت کا بیان بھی قلمبند کرنا افادیت کا موجب ہوگا۔ مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر المنبر سلسلہ احمدیہ کے شدید معاند تھے انہوں نے 1956ء میں کھلے بندوں اعتراف کیا:۔

''ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا، ان میں سے اکثر تقویٰ، تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی، مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی، مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر رحمهم الله و غفر لهم کے بارے میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر و رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں۔ اگر چہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہوں گے اور قادیانی اخبار اور رسائل چند دن انہیں اپنی تائید میں پیش کر کے خوش ہوتے رہیں گے لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے۔ تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں اور دوسری جانب 1953ء کے عظیم تر ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا 57-1956 کا بجٹ پچیس لاکھ روپیہ کا ہو۔ (المنبر لائل پور 23 فروری 1956ء)

(بحواله تفهیمات ربانیه صفحه 656)

یہ گواہی 1956ء کی ہے یعنی آج سے 55 سال پہلے کی۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا قدم بہت تیزی سے آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ جس پچیس لاکھ روپے بجٹ کا ذکر انہوں نے کیا ہے اب تو ہماری امریکہ کی سب سے چھوٹی جماعت کا بجٹ بھی اس سے کہیں زیادہ ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

پردہ، عصمتوں کا محافظ

پروین اختر رانا

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم احمدی ایک پاکیزہ زندگی گزارنے کی توفیق پا رہے ہیں۔جس کی پاکیزگی خدا تعالیٰ کے فضل اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں اور خلفائے وقت کے تربیتی خطبات کی مرہون منت ہے۔لیکن جب ہم دوسرے معاشروں پر نظر ڈالتے ہیں۔تو اس بات کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔کہ آج کی عورت نے مغربی تہذیب کے زیر اثر بے پردگی کو اختیار کر لیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب بھی شیطان کو موقع ملتا ہے وہ انسانی جذبات کو مغلوب کر لیتا ہے نہ عورت نفسانی جذبات سے پاک ہے اور نہ مرد۔پھر دونوں کو آزادانہ میل ملاقات اور بدنظری کا موقع دینا ان کو اپنے ہاتھوں سے گڑھے میں ڈالنا ہے۔عام طور پر پردہ کو عورت کی ترقی کی راہ میں حائل سمجھا جاتا ہے۔حالانکہ یہ بالکل غلط بات ہے عورت کا اصل دائرۂ کار تو اس کا گھر ہے بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت اس کا اصل کام ہے اور اسی کام کی صلاحیتیں اس کے اندر رکھی گئی ہیں۔بے پردہ پھرنے والی عورت کی نسبت پردہ میں رہ کر عورت باہر کے امور زیادہ اچھی طرح انجام دے سکتی ہے۔حضور ﷺ سے ایک عورت نے پوچھا۔کہ مردوں کو تو اللہ تعالیٰ نے دین کے کام کرنے کے بہت سے مواقع فراہم کر دیئے ہیں۔لیکن ہم عورتوں کو گھریلو زندگی کی وجہ سے یہ مواقع میسّر نہیں۔ہم کیا کریں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت اپنے گھر کا کام کاج کرتی ہے اور اپنے بچوں کی تربیت اور پرورش خود کر رہی ہے اس کو جہاد جتنا ثواب ملے گا۔

(مصباح ستمبر 1980ص 15)

گویا دین حق نے عورت کو جہاد جیسا مقام بخش کر اس کے جذبہ کی قدر کی ہے۔لیکن اگر اس نے باہر جانا ہے تو پردہ کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنا پڑے گا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ پردہ کے بارہ میں بہت سخت تلقین فرمایا کرتے تھے۔حضورؒ نے نہ صرف پاکستان بلکہ یورپ، امریکہ اور افریقہ کے دوروں کے دوران وہاں بسنے والے احمدیوں کو بالخصوص پردہ کے بارہ میں تلقین فرمائی۔ایک بار 1980ء میں حضورؒ نے نہایت جلال سے فرمایا:۔''بعض خواتین ایسی بھی ہیں جو یہاں کے ماحول میں پردہ کی کماحقہ پابندی کو ضروری نہیں سمجھتیں۔میں ان سے کہتا ہوں کہ اگر وہ سمجھتی ہیں کہ اس ملک میں رہ کر وہ پردہ نہیں کر سکتیں تو پھر انہیں انہی نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا جن سے یہاں کی عورتیں دوچار ہیں۔اگر انہوں نے بے پردگی پر اصرار کیا پھر وہ وقت بھی آئے گا کہ انہیں یہاں کے طریق کے مطابق شادی سے پہلے بچے جننے پڑیں گے۔انہیں نظر آنا چاہیئے کہ یہاں کے تمدن کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ایک آگ دہک رہی ہے۔یہ لوگ پریشان ہیں کہ ہم کدھر جا رہے ہیں اور ہمارا کیا انجام ہونے والا ہے۔یہ لوگ بے اطمینانی کا شکار ہیں۔سکون اور اطمینان ان کے لئے مفقود ہو چکا ہے انکے نقش قدم پر چلنے والوں کا بھی یہی حشر ہوگا۔۔۔میں ایسی خواتین سے جو یہاں پردہ کو ضروری نہیں سمجھتیں، پوچھتا ہوں کہ انہوں نے پردہ کو ترک کر کے اسلام کی کیا خدمت کی ہے؟ کچھ بھی نہیں! آج بعض کہتی ہیں کہ ہمیں یہاں پردہ نہ کرنے کی اجازت دی جائے۔پھر کہیں گی ننگ دھڑنگ سمندر میں نہانے اور ریت پر لیٹنے کی اجازت دی جائے۔پھر کہیں گی شادی سے پہلے بچے جننے کی اجازت دی جائے میں کہوں گا کہ پھر تمہیں دوزخ میں جانے کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔کسی احمدی خاتون کو بے پردہ دیکھ کر سخت شرم آتی ہے۔امریکہ کی احمدی خواتین کی مثال ہمارے سامنے ہے۔وہ احمدی ہونے سے پہلے پردہ نہیں کرتی تھیں۔لیکن احمدی ہونے کے بعد انہوں نے پردہ شروع کر دیا۔

(حیات ناصر ص 888)

لجنہ اماء اللہ کے قیام پر پچاس سال پورے ہونے کی تقریب سعید پر سالانہ مرکزی اجتماع پر فرمایا:۔

''میں سوچ رہا ہوں اور دعائیں کر رہا ہوں۔جو خاندان اسلامی احکام کی پابندی نہیں کرتے خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا انکو جماعت سے خارج کر دیا جائے۔لیکن اس کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے۔ہماری پہلی کوشش تو سنبھالنے کی ہونی چاہیئے۔اصلاح کرنے کی ہونی چاہیئے۔کسی کے ساتھ ہماری کوئی دشمنی ہے اور نہ کسی کے خلاف کوئی غصہ ہے۔میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ برقعہ پہنو کیونکہ قرآن کریم نے برقعہ پہننے کا حکم نہیں دیا لیکن میں

یہ کہتا ہوں کہ پردہ کروتم جو زینت اپنے باپ اور خسر کے سامنے ظاہر کرسکتی ہو وہ غیر مرد کے سامنے ظاہر نہ کرو۔ کون سی جوان عورت ہے جو بے حیائی سے اپنے باپ اور خسر کے سامنے بیٹھ جاتی ہے'' ۔حضورؒ نے مزید فرمایا۔'' اگر تم نے اپنی عزت اور عصمت کی ویسی ہی حفاظت کرنی ہے جو خدا کی نگاہ میں اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی نگاہ میں اور اس کے بندوں کی نگاہ میں ہے تو پھر تمہیں قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنا پڑے گا۔ اگر تم نے کتے کتیوں کی طرح زندگی گزارنی ہے تو تمہاری مرضی ۔لیکن اگر تم نے اس دنیا میں انسان بنکر رہنا ہے تو پھر تمہیں حضرت محمد ﷺ کے قدموں کے ساتھ چمٹ کر زندگی گزارنی پڑے گی''۔

(المصابیح ص 154)

حضورؒ نے بے پردہ عورتوں کو انذاری الفاظ میں متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔ وہ اپنے آپ کو ٹھیک کرلیں قبل اس کے کہ خدا کا قہر نازل ہو۔ میں چاہوں گا کہ خدا کا قہر ان پر اس حال میں نہ نازل ہو کہ وہ جماعت کی ممبر ہوں۔ اس سے پہلے پہلے میں ان کا جماعت سے اخراج کردوں گا۔ میں قرآن کریم کا نمائندہ ہوں اس کی تعلیم پھیلانا چاہتا ہوں۔ میں مرنا پسند کروں گا لیکن قرآن کے خلاف کام کرنا پسند نہیں کروں گا۔ کسی احمدی عورت کے کام میں پردہ نے کبھی خلل نہیں ڈالا۔ پردہ سے عورتوں کے کسی کام میں خلل نہیں پڑتا۔ ہاں اگر وہ بیہودگیوں میں مبتلا ہوں تو پردہ سے ان کی بیہودگیوں میں خلل ضرور پڑتا ہوگا۔ حماقت سے کوئی کام لینا ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری نہ کرو اگر تم ناشکری کروگی تو دکھ اٹھاؤ گی۔ اور تمہاری نسلیں تم پر لعنت بھیجیں گی۔ کیونکہ ان کے گناہوں کی تم ذمہ دار ہوگی اور ان کے گناہوں میں تم شامل ہوگی۔ چند عارضی اور لاحاصل سہولتوں کی خاطر اپنی نسلوں سے لعنت لینے کی کوشش مت کرو۔(دورہ مغرب ص:238) خلیفہءوقت کی بار بار کی یاددہانی اور تنبیہہ کے باوجود دوسروں کی نقلیں کرنے لگ جاتی ہیں۔ کوئی کہتی ہے کہ ہم نے پردہ نہیں کرنا، کوئی کہتی ہے کہ پردہ دل کا ہوتا ہے، کوئی کہتی ہے کہ پردہ میں ضروری نہیں کہ چہرہ ڈھانپا جائے۔ یہ سارے نفس کے بہانے ہیں ۔حضورؒ نے ان عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔'' اگر تم نے پردہ نہیں کرنا تو پھر تم کیوں ہمارے اندر رہ کر جماعت کو بدنام کررہی ہو۔ اگر تم نے اسلامی احکام پر عمل نہیں کرنا تو جاؤ اپنے گھر بیٹھو۔ اور جس ہلاکت کی طرف دنیا جارہی ہے اسی کی طرف تم بھی اپنے بچوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوجاؤ۔ یادرکھو خدا کو تمہاری ضرورت نہیں۔ تمہیں خدا کی ضرورت ہے۔

(المصابیح ص 155)

حضورؒ پردہ کی اسقدر پابندی فرماتے تھے کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو بھی پردہ کا بہت پابند رکھا۔ آپ کی حرم دوم حضرت محترمہ سیدہ آپا طاہرہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ:۔

'' آپ کو پردہ کا انتہائی خیال تھا۔ اور اس ذمہ داری کا احساس مجھ میں پیدا فرماتے تھے۔ کہ جماعت کی عورتوں کے لئے تم نے نمونہ بننا ہے۔ چنانچہ شادی سے پہلے پردہ تو میں کرتی تھی لیکن وہ اتنا مکمل نہ تھا جتنا کہ حضورؒ کے نزدیک ہونا چاہیئے تھا۔ چنانچہ شادی کے بعد میں پہلی دفعہ جب امی کی طرف گئی تو واپسی پر حضورؒ ساتھ تھے۔ فرمانے لگے تمہاری عینک کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ وہ تو گھر ہے۔ کہنے لگے اچھا تو پھر دونوں نقاب گرالو۔ پھر فرمانے لگے کہ منصورہ بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدہا پردہ کی خاطر دستانے پہنا کرتی تھیں۔ مجھ سے فرمایا کہ حمید (میرے بھائی) سے کہو کہ تمہارے لئے دستانے لے آئے۔ انہیں پردہ کا اتنا خیال تھا۔''

(حضرت مرزا ناصر احمد ص83تا85)

احمدیت کا نعرہ ہمارا!

سید سعد حسن

مستحکم رہے ہمیشہ بلند احمدیت کا نعرہ ہمارا
دشت و سبزہ رہے گونجتا احمدیت کا نعرہ ہمارا
اُٹھی ہے جو صدا وادیِ قادیاں سے دوستو
پھیلانا احمدیت کو دنیا میں ہے اب کام ہمارا
مشرق و مغرب پورب و پچھم آئے صدائے احمدیت
قائم رہے احمدیت یہی ہے دینِ اسلام ہمارا
منسوب ہے شہادت اسلام احمدیت سے ہمیشہ
ہونا شہید راہِ حق میں ہے اب کام ہمارا
ناصر ہو یا خادم ہو یا ہو اب طفل ہمارا
رہے ثابت قدم جماعت کا اب ہر فرد ہمارا
بارگاہِ الٰہی میں مل کر کریں یہ دعا آج آؤ
تادم رہے قائم احمدیت کا اب نشاں ہمارا

نظام وصیت کی اہمیت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی موصیان کے لئے تین زبردست دعائیں

رانا عبدالرزاق خان

پہلی دعا

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اس کو بہشتی مقبرہ بنادے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خواب گاہ ہو جنہوں نے دراصل دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی۔ اور خدا کے لئے ہو گئے۔ اور پاک تبدیلیاں اپنے اندر پیدا کرلیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یارب العالمین۔

دوسری دعا

پھر دُعا کرتا ہوں۔ کہ اے قادر خدا! اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے ہیں۔ اور دنیا کی اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یارب العالمین۔

تیسری دعا

پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم خدائے غفور ورحیم تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں۔ اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے' بجالاتے ہیں۔ اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں جن سے تو راضی ہے اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ کلی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین یارب العالمین۔

(رسالہ الوصیت ص 17 تا 19)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

'' خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذّات کو چھوڑ کر اپنی عزت کو چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اُٹھالو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم ان سب راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مرجاؤ گے۔ تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہوگے۔ اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائیگی۔ اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے۔ بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے۔ تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے''

(الوصیت)

نظام وصیت ایک عالمگیر روحانی اور دائمی نظام

یہ خدا کی سنت ہے جس میں آج تک کوئی تبدیلی نہیں ہوسکی۔ کہ جب کبھی کوئی نبی کی جماعت دنیا میں کھڑی ہوتی ہے تو اسے خطرناک مصائب سے گزرنا پڑتا ہے اسے چکی کے دو پاٹوں میں پیسا جاتا ہے تب اس موت کے بعد اسے ابدی اور دائمی حیات ملتی ہے۔ کیونکہ ابدی حیات وہی ہے جو موت سے بعد ملے۔ پس جو شخص چاہتا ہے اسے ابدی زندگی ملے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ موت قبول کرلے۔ چاہے موت آہستہ آہستہ آئے یا یکدم۔ چاہے تلوار کے ذریعے سے آئے یا فاقہ اور قید خانہ کے ذریعہ سے آئے۔ بہر حال وہ دیر سے آئے یا جلدی آئے۔ موت کا آنا ضروری ہے۔ اور موت

کے بغیر کسی بھی جماعت کی ترقی نہیں ہوتی۔ جولوگ سمجھتے ہیں ان کے لئے موت کا قبول کرنا ضروری نہیں انہوں نے خدائی کتاب کا گہری نظر سے مطالعہ نہیں کیا اور یہ ممکن ہی نہیں کہ مومنوں کو خطرناک ابتلاؤں میں سے نہ گزرنا پڑے۔ پس یہ مشکلات جو عارضی ہیں بے شک ان کو بھی اپنے سامنے رکھو مگر جو اصل مشکلات ہیں ان کو مت بھولو۔ یہ چیزیں کہ تم نے دس فیصدی کی بجائے پندرہ فی صدی چندہ دے دیا یا آنہ فی روپیہ کی بجائے پانچ پیسے فی روپیہ کے حساب سے مالی قربانی کر دی یہ صرف تمہیں بیدار رکھنے کے لئے ہے ورنہ اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ اپنی قربانیوں پر تمہاری ترقی کا انحصار ہے تم ایک نبی کی جماعت ہو اور ضروری ہے کہ وہ تمام حالات تم پر گزریں جو پہلے انبیاء کی جماعتوں پر گزرے ہیں پس جب تک منہاج نبوت کے مطابق تم اپنی زندگیوں کو نہیں بدلو گے اُس وقت تک ان قربانیوں کی توفیق نہیں پا سکو گے۔

(رپورٹ مشاورت 1938ء)

صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا

ہزاروں لوگ ہماری جماعت میں ایسے تھے جن کے دلوں میں یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کاش وہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہوتے اور ان کو آپ سے ملنے اور باتیں کرنے کا موقع ملتا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں مجھے چونکہ خدا نے رسول کریم ﷺ کا بروز قرار دیا ہے اس لئے۔۔۔ صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا۔ وہ شخص جس نے مجھ کو پالیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسے سامان پیدا کرے گا کہ وہ صحابہؓ سے جا ملے گا۔ میں گزشتہ جمعہ میں اپنے ایک خطبہ کے ذریعہ سے واضح کر چکا ہوں کہ صحابہ سے ملنے کے معنی رسول اکرم ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے نہیں ہیں۔ بلکہ صحابیت کا مقام حاصل کرنے میں خود انسان کے اعمال کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ کے بعد آنے والوں میں سے کئی لوگ ایسے ہیں جو گو رسول اکرم ﷺ کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ مگر انہوں نے ایسے رنگ میں اعمال کئے جن سے ان کی اس کوتاہی کا کفارہ ہو گیا اور باوجود اس کے کہ رسول کریم ﷺ سے وہ جسمانی طور پر نہیں ملے۔ خدا تعالیٰ نے روحانی طور پر آپ سے ملا دیا۔ اس طرح وہ آپ کے صحابہؓ میں شامل ہو گئے۔ مبارک وہ جو اَب ایمان لایا۔۔۔ صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا۔ وصیت کا نظام قائم ہوئے خدا کے فضل سے سو سال پورے ہو رہے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنی وفات سے دو سال قبل اس نظام کو جاری فرمایا۔ یہ آپ کی آخری وصیت بھی جو اپنے ماننے والوں کو فرمائی اور یہ خوشخبری دی کہ یہ نظام خدا تعالیٰ کا قرب پانے کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں خدا تعالیٰ سے خاص انعام ملے تو اس نظام میں شامل ہو جاؤ کیونکہ نظام وصیت ہی ایک عالمگیر روحانی اور دائمی نظام ہے۔ اس لئے حضورؑ فرماتے ہیں۔ ”تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب کا میدان خالی ہے ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقع ہے کہ وہ اپنے جوہر دکھلائیں۔ اور خدا سے انعام پاویں“۔

(الوصیت روحانی خزائن جلد نمبر 20 ص 308 مطبوعہ لندن)

پس وصیت کا بخاری کتاب الانبیاء باب حدیث البرص۔۔۔ و مسلم کتاب الزھد میں فرمایا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کے تین آدمی تھے۔ ایک کوڑھی، دوسرا گنجا، تیسرا اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کے لئے ان کے پاس ایک فرشتے کو انسانی شکل میں بھیجا۔ پہلے وہ کوڑھی کے پاس آیا۔ اُسے پوچھا کہ تجھے کیا چاہیئے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ خوبصورت رنگ، خوبصورت جلد۔ اور میری بدصورتی جاتی رہے جس کی وجہ سے لوگوں کو مجھ سے گھن آتی ہے۔ اس فرشتے نے اُس پر ہاتھ پھیرا اس کی بیماری جاتی رہی اور خوبصورت رنگ اسے مل گیا۔ پھر فرشتے نے کہا کہ کون سا مال تجھے پسند ہے اس نے کہا اُونٹ یا گائے کا نام لیا۔ اُسے اعلیٰ قسم کی دس ماہہ حاملہ اُونٹنیاں دے دی گئیں فرشتے نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تیرے مال میں برکت دے۔ پھر وہ فرشتہ گنجے شخص کے پاس گیا۔ اُسے پُوچھا کہ تجھے کیا ضرورت ہے۔ اس نے کہا کہ خوب صورت بال اُگ آئیں اور گنجے پن کی بیماری جاتی رہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو مجھ سے گھن آتی ہے۔ اور فرشتے نے کہا کہ کونسا مال تجھے پسند ہے۔ اس نے کہا کہ گائے۔ فرشتے نے اسے بہت سی گابھن گائے دے دیں۔ اور دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ تیرے مال میں برکت ڈالے۔ پھر وہی فرشتہ اس اندھے کے پاس گیا۔ اور اس سے پوچھنے لگا کہ بتا تجھے کون سی چیز پسند ہے۔ اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری نظر لوٹا دے۔ تا کہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی نظر واپس لوٹا دی۔ پھر فرشتے نے اس سے پوچھا کہ کون سا مال تجھے پسند ہے۔ اس نے جواب دیا کہ بکریاں۔ چنانچہ خوب بچے دینے والی بہت سی بکریاں اسے دے دی گئیں۔ پس اس کے بعد اُونٹ، گائیں اور بکریاں خوب پھلی پھولیں۔ اُونٹوں کی قطاروں، گائیوں اور بکریوں کے ریوڑوں سے اس علاقے کی وادیاں بھر گئیں۔ کچھ عرصہ بعد وہی فرشتہ آزمائش کے لئے غریبانہ شکل میں پھر اس کوڑھی کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میں غریب آدمی ہوں۔ میرے تمام ذرائع ختم ہو چکے ہیں۔ آج میرا کوئی وسیلہ نہیں جس سے میں اپنی منزل تک پہنچ سکوں اس لئے خدا کے واسطے ایک اونٹ مانگتا ہوں جس نے تجھے

خوب صورت رنگ دیا، ملائم جلد دی اور بے شمار مال عطا کیا۔ اس پر اُس نے کہا کہ مجھ پر بہت سی ذمہ داریاں ہیں میں ہر کسی کو کیسے دے سکتا ہوں۔ انسان نما فرشتے نے کہا کہ کیا تو وہی کوڑھی نہیں جس سے لوگوں کو گھن آتی تھی اللہ تعالیٰ نے تجھے مال دیا صحت عطا فرمائی اس پر وہ بولا تم کیسی باتیں کرتے ہو مال تو مجھے میرے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملا ہے۔ یعنی میں خاندانی امیر ہوں۔ اس پر اس فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھے ویسا ہی کر دے۔ جیسا تو پہلے تھا۔ پھر وہ گنجے کے پاس گیا۔ اسے بھی وہی کہا جو پہلے کو کہا تھا اس نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے نے دیا تھا۔ اس پر اس فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھے ویسا ہی کر دے۔ جیسا تو پہلے تھا۔ پھر فرشتہ غریبانہ شکل میں اس اندھے کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میں غریب آدمی ہوں۔ میرے تمام ذرائع ختم ہو چکے ہیں۔ آج میرا کوئی وسیلہ نہیں جس سے میں اپنی منزل تک پہنچ سکوں اسلئے خدا کے واسطے ایک اونٹ مانگتا ہوں۔ جس نے تجھے نظر واپس کی اور تجھے مال و دولت سے نوازا۔ اس آدمی نے کہا کہ بے شک میں اندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بینائی عطا کی۔ میں غریب تھا اس نے مجھے مال دیا۔ پس تم میرے مال میں سے جتنا چاہو لے لو اور جتنا چاہو چھوڑ دو۔ سب اُسی کا دیا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کی قسم آج تم جو کچھ بھی لو مجھے اس سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں۔ اور کوئی تنگی محسوس نہیں کروں گا۔ اس پر اُس فرشتے نے کہا کہ تو اپنا مال اپنے پاس رکھ یہ تو تمہاری آزمائش تھی۔ اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہے اور تیرے دوسرے ساتھیوں سے ناراض ہے۔ تُو اس کی رحمت کا مستحق اور وہ اس کے غضب کے مورد بن گئے۔ الغرض اتنی بڑی حدیث بیان کرنے کا میرا مقصد یہ ہے کہ ہمیں بھی ان تینوں لوگوں میں سے صرف آخری والا شخص بننا ہے تا کہ ہم بھی خدا کی رحمتوں کے وارث بنیں۔ اور اپنے مالوں اور اولادوں کو خدا کی راہ میں قربان کرنے والے ہوں اور خلیفہء وقت کی آواز پر لبیک کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس ابدی اور روحانی جنت کے لئے تیار کریں۔ اور وصیت کے عالمی نظام میں شامل ہو جائیں۔ خدا کرے کہ ہم ایسا کرنے والوں میں شامل ہو جائیں اور ہماری بخشش ہو جائے۔ آمین۔

نظام وصیت سے متعلق خلفاء سلسلہ احمدیہ کے ارشادات

ارشادات سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ خدا نے ہمارے لئے ایک نہایت ہی اہم چیز رکھی ہے اور اس ذریعہ سے جنّت کو ہمارے قریب کر دیا ہے۔ پس وہ لوگ جن کے دل میں ایمان اور اخلاص تو ہے مگر وصیّت کے بارہ میں سُستی دکھلاتے ہیں۔ مَیں انہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ وصیّت کی طرف جلدی بڑھیں۔۔۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ وصیّت کرنے سے ایمانی ترقی ضرور ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس زمین میں متّقی کو دفن کرے گا۔ تو جو شخص وصیّت کرتا ہے اُسے متّقی بنا بھی دیتا ہے۔۔۔ اس وقت میرے نزدیک کم سے کم تحریک یہ ہونی چاہیئے کہ جماعت کا ہر فرد وصیّت کر دے۔ دنیا میں ہر چیز کے مظاہرے کا ایک وقت ہوتا ہے۔ ہمارے ہاتھ سے قادیان نکل جانے کی وجہ سے دشمن کی نظریں اس وقت خاص طور پر اس امر پر لگی ہوئی ہیں، کہ بہشتی مقبرہ ان کے ہاتھوں سے نکل گیا ہے جس کیلئے یہ لوگ وصیّت کیا کرتے تھے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ یہ لوگ کیسے وصیّت کرتے ہیں۔ اس اعتراض کو رد کرنے کا ہمارے پاس ایک ہی ذریعہ ہے کہ ہر احمدی وصیّت کر دے اور دنیا کو بتا دے کہ ہمیں خدا تعالےٰ کے وعدوں پر جو ایمان اور یقین حاصل ہے وہ قادیان کے ہمارے ہاتھ سے نکلنے یا نہ نکلنے سے وابستہ نہیں بلکہ ہم ہر حالت میں اپنے ایمان پر قائم رہنے والے ہیں۔۔۔ میں اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وصیت آزمائش ایمان کا ذریعہ ہے۔ وصیت پیمانہ ہے ایمان کو ناپنے کا۔ اور وصیت آئینہ ہے اپنی ایمانی شکل دیکھنے کا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت مصلح موعودؓ)

1۔ ''وصیت بچوں کی ماں، جوانوں کی باپ، عورتوں کی سہاگ ہوگی''

(نظام نو حضرت مصلح موعودؓ)

2۔ ''وصیت کی تحریک خدا کی طرف سے ہے اور اس کے ساتھ بہت سے انعامات وابستہ ہیں''

(حضرت مصلح موعودؓ)

3۔ ''کوشش کریں کہ ہماری جماعت میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ رہے جس نے وصیت نہ کی ہو''

(حضرت مصلح موعودؓ)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے وصیت نہ کی ہو وہ کر کے اپنے ایمان کے کامل ہونے کا ثبوت دیں۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ جو شخص وصیت نہیں کرتا مجھے اس کے ایمان میں شُبہ ہے۔ پس معیار ہے ایمان کے کامل ہونے کا۔ مگر دسویں حصے کی وصیت اقل ترین معیار ہے یعنی یہ تھوڑے سے تھوڑا حصہ ہے۔ جو وصیت میں دیا جا سکتا ہے۔ مگر مومن کو یہ نہیں چاہیئے کہ چھوٹے سے چھوٹے درجہ کا مومن بننا چاہیئے۔ یہ درست ہے کہ رشتہ داروں اور لواحقین کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے کہ تیسرے حصے سے زیادہ نہ دے۔ مگر دیکھا گیا ہے کہ اکثر دوست دسویں حصے کی وصیت پر کفایت کرتے ہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان کا خیال ہو کہ وصیت کا مفہوم دسواں حصہ ہے۔ اور اسکی ہی وصیت کرنا ہے۔ حالانکہ یہ ادنیٰ مقدار بیان کی گئی

ہے اور مومن کے لئے یہ بات مناسب ہے کہ جس قدر زیادہ دے سکے دے۔ ایمان اور مومن کی شان کو مدنظر رکھتے ہوئے تو یہی ہونا چاہئے جو وصیت کرے تیسرے حصے کی کرے۔ جو اتنا حصہ مجبوراً نہ دے سکے وہ اس سے کم دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایک شخص اپنی موت کا نظارہ اپنی آنکھوں کے سامنے لائے۔ اور اپنی حالت پر نظر کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ مجھ سے بے شمار کمزوریاں اور غلطیاں سرزد ہو چکی ہیں۔ اب مرنے کے وقت تو مجھے خدا تعالیٰ سے صلح کر لینی چاہئے۔ یہ خیال کر کے خدا تعالیٰ کی راہ میں سب کچھ دے دینا بھی اس کے لئے دوبھر نہیں ہو سکتا۔ دیکھو جو شخص خود جائیداد پیدا کرتا ہے اسے یہ امید رکھنی چاہئے کہ اس کی اولاد بھی ایسی ہی ہوگی کہ جائیداد بڑھائے گی۔ جو شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ اگر میں وصیت میں جائیداد دے دوں گا تو میری اولاد کیا کھائے گی۔ اور اس کی اولاد نالائق ہوگی ایک شخص جس کے پاس کچھ نہ تھا اس نے کوشش کر کے کئی ہزار کی جائیداد پیدا کر لی۔ تو اسے امید رکھنی چاہئے۔ کہ اس کی اولاد اس سے بھی بڑھ کر ترقی کرے گی۔ اور اس رنگ میں اولاد کی تربیت کرنی چاہئے۔ کہ وہ دنیا میں ترقی کرے ورنہ جو اولاد کی اس طرح تربیت نہیں کرتا وہ یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ میں نے کمایا ہے اس پر اولاد کا گزارہ ہوگا وہ اپنی اولاد کو نالائق سمجھتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ '' اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ '' بندہ میرے متعلق جیسا خیال کرتا ہے۔ میں ویسا ہی کر دیتا ہوں اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ میری اولاد نکمی اور نالائق ہوگی۔ ہم جو دے جائیں گے اسی پر اس کا گزارہ ہوگا۔ تو خدا تعالیٰ ایسی اولاد سے یہی معاملہ کرے گا کہ اسے نالائق بنا دیگا۔ لیکن اگر یہ خیال ہو کہ ہماری اولاد ہم سے ہشیار اور قابل ہوگی اور دین کی خدمت کرنے میں ہم سے بڑھ جائیگی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسی اولاد کو خدا تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگر دوست اس رنگ میں اپنے فرائض ادا کریں گے تو خدا کے فضل سے بہت جلد کامیابی ہوگی۔

(ماھنامہ انصار اللہ ربوہ جون 2005ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں

'' اللہ کا وعدہ ہے کہ اگر ہم اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں گے اور اپنی استعداد کے مطابق اپنی قربانیوں کو انتہا تک پہنچانے کی کوشش کریں گے پھر جو کمی رہ جائیگی اسے وہ خود پورا کرے گا اور ہمارے ذریعے بالآخر اسلام کو ادیان باطلہ پر غلبہ کرے گا۔

(پیغام بر جلسہ سالانہ قادیان 1976ء)

" اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے جماعت احمدیہ میں نظام وصیت قائم کیا۔ نظام وصیت ایک عظیم نظام ہے۔ ہر پہلو کے لحاظ سے۔ نظام وصیت کے ذریعہ یہ کوشش کی گئی ہے۔ سلسلہ عالیہ کے جو ممبر ہیں۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں سے ایک گروہ ایسا ہوگا جو اسلامی تعلیم کی رُو سے ذمہ داریوں کو اس قدر توجہ اور قربانی سے ادا کرنے والا ہو کہ ان میں اور دوسرے گروہ میں ایک ما بہ الامتیاز پیدا ہو جائے۔۔۔'' نظام وصیت صرف دسواں حصہ مالی قربانی کا نام نہیں۔ یہ نظام ہے زمین کی پستیوں سے اٹھا کر آسمانی رفعتوں تک پہنچانے کا۔ اور جہاں اس نظام میں مالی قربانی کی امید رکھی جاتی ہے وہاں ہر دوسرے پہلو سے ایک نمایاں بھرپور اسلامی زندگی جو ہر لحاظ سے منور ہو اور حسین ہو اور محمد ﷺ کی روحانی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں رفعتوں کی طرف لے جانے والی ہو اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والی ہو'۔

(حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ 30 اپریل 1982)۔

ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ھا نتم ھو لآء تدعون لتنفقو ا فی سبیل اللہ۔

سنو تم ہی لوگ ہو جن کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جا رہا ہے۔ یہ بہت بڑا اعزاز کا فقرہ ہے اگر آپ غور کریں تو دل اللہ کی حمد میں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس حال میں ڈوب جائیں گے کہ ہمیں مخاطب کر کے خدا فرما رہا ہے کہ تمہیں چن لیا گیا ہے۔ اور یہ صورت حال آج سوائے جماعت احمدیہ کے تمام عالم اسلام میں کسی پر صادق نہیں آتی۔ ھَآ نتم ھٰٓؤُ لآء کے لفظ نے ایک مزید زور پیدا کر دیا۔ سنو! سنو! تم ہی تو وہ ہو جن کو اس بات کی طرف بلایا جا رہا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ فمنکم من یبخل و من یبخل فاِنّما یبخل لانفسہ۔ لیکن یاد رکھو کہ اگر بخل سے کام لوگے تو اپنے نفس کے خلاف بخل سے کام لے رہے ہوگے۔ تمہیں اس بخل کا کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ بلکہ اُلٹا نقصان ہے۔ اور آنے والا ثابت کر دے گا کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ہاتھ روک کر خرچ کرنے کے نتیجہ میں تمہیں روحانی نقصان جو پہنچنا تھا پہنچا، مالی نقصان بھی بہت پہنچا ہے۔ قرآن کریم کا پہلا خطاب کہ ھَآ نْـتُـمْ ھٰٓؤُلَآءِ کتنا سچا ہے جو آج جماعت احمدیہ کے سوا کسی پر اطلاق پا ہی نہیں سکتا۔ وہی سنت نبویؐ اس زمانے کی چودہ سو سال پہلے کی آج اگر کوئی جماعت زندہ کر رہی ہے تو وہ احمدیہ جماعت زندہ کر رہی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ 26 مئی 1998ء)

خزاں میں بہار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اسی مضمون کو اپنے ایک شعر میں یوں بیان کیا ہے:

ع بہار آئی ہے اس وقتِ خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

کہ لوگوں کے ہاں تو خزاں آئی ہے تو پت جھڑ ہو جاتا ہے مگر یہ کیسا خدا، کیسا فضل کرنے والا خدا ہے کہ میرے بوستاں پر خزاں میں بہار آ گئی ہے اور '' لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں ''۔ اللہ کی رحمت کی وجہ سے تو جماعت احمدیہ کو یہ مضمون سمجھنا چاہیئے۔ کہ کیوں بہار آئی ہے وقت خزاں میں۔ اس لئے کہ خدا کے بندے اپنے وقت خزاں میں بھی بہار کی طرح کونپلیں نکالتے ہیں۔ خرچ سے رکتے نہیں۔ سخت تنگی کی حالت میں بھی جب ان پر خزاں کا دور گزرتا ہے تو ان کے دل سے خدا کی محبت کی کونپلیں پھوٹتی ہیں اور وہ خدا کی راہ میں وہ پھول نچھاور کرتے ہیں اخلاص کے۔ تھوڑے تھوڑے قربانیوں کے پھول دکھائی دیتے ہیں۔ مگر اللہ کی نظر میں ان کی بہت عظمت ہے۔ پس وہ لوگ جو اپنا مال خدا کی خاطر، خدا کی رضا کی خاطر دنیا سے الگ بنا لیتے ہیں یاد رکھو خدا ہمیشہ ان سے دنیا سے الگ سلوک کرتا ہے۔ ان کی خزائیں بھی بہاروں میں تبدیل ہو جایا کرتی ہیں۔ پس جماعت احمدیہ کو اپنے ہر چندے کے وقت اس بنیادی اصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے اور عالم گیر جماعت میں خدا کے فضل سے یہ بہت نمایاں طور پر دکھائی دے رہی ہے۔

(خطبہ جمعہ خلیفۃ المسیح الرابعؒ 11 نومبر 1994ء مالی نظام حصہ اول)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

'' میری خواہش ہے اور میں تحریک کرنا چاہتا ہوں کہ اس آسمانی نظام میں اپنی زندگیوں کو پاک کرنے کے لئے، اپنی نسلوں کو پاک کرنے کے لئے شامل ہوں، آگے آئیں اور کم از کم۔۔۔ پندرہ ہزار اس ایک سال میں نئی وصایا ہو جائیں تا کہ کم از کم پچاس ہزار وصایا تو ایسی ہوں جو سو سال میں ہم کہہ سکیں کہ ہوئیں۔۔۔ میری خواہش ہے کہ 2008ء میں جب خلافت احمدیہ کو قائم ہوئے انشاء اللہ تعالیٰ 100 سال ہو جائیں تو دنیا کے ہر ملک میں، ہر جماعت میں جو کمانے والے افراد ہیں، چندہ دہند ہیں، ان میں سے کم از کم پچاس فیصد تو ایسے ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس عظیم الشان نظام میں شامل ہو چکے ہوں اور روحانیت کو بڑھانے اور قربانیوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والے بن چکے ہوں۔ یہ اور بھی جماعت کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک حقیر سا نذرانہ ہوگا جو جماعت خلافت کے سو سال پورے ہونے پر دے رہی ہوگی، شکرانے کے طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر رہی ہوگی۔

(خطاب بر جلسہ سالانہ یو کے یکم اگست 2004ء)

1۔ یہ وہ نظام ہے جو اس زمانے میں خدا تعالیٰ کا قرب پانے کی یقین دہانی کرانے والا نظام ہے۔ خدام الاحمدیہ، انصار اللہ صف دوم اور لجنہ اماء اللہ کو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے۔

2۔ میں سچ کہتا ہوں کہ وہ زمانہ قریب ہے کہ منافق جس نے دنیا سے محبت کر کے اس حکم کو ٹال دیا ہے وہ عذاب کے وقت آہ مار کر کہے گا کہ کاش میں تمام جائیداد خدا کی راہ میں دیتا اور اس عذاب سے بچ جاتا۔

(الوصیت)

اقتباسات از تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بر جلسہ سالانہ یو کے یکم اگست 2004)

پس وصیت کا نظام اصلاح نفس کا زبردست ذریعہ ہے۔ اس نظام کے قیام سے جنت قریب کر دی گئی ہے اگر کوئی ایک وقت میں جنتی نہیں بھی تو اس نظام میں شامل ہو جانے کی وجہ سے جنتی بنا دیا جائے گا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم ان جنتوں کو حاصل کرنے کے لئے دین کو دنیا پہ مقدم کریں۔ اور اپنے پیارے امام کی نصائح پر عمل کریں اور اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے وصیت کے دائمی اور روحانی نظام میں داخل ہو جائیں۔ پس مندرجہ بالا فوائد، برکتیں، رحمتیں، درجات جو بیان کئے گئے ہیں حسب سابق روایات مومنین اور اپنے بزرگوں کی طرح ان فرمودات کی حکمتوں کو بروقت سمجھتے ہوئے عشق حقیقی کے تقاضوں کے پیش نظر اس میدان میں یقین محکم سے بے خطر کود جائیں اور خدائے مسرور کی رضا پا کر عنداللہ ماجور ہوں۔ اس رازق اور حیی و قیوم خدا کے قائم کردہ خلیفہ کے دائیں اور بائیں، آگے پیچھے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر ثابت کر دیں کہ ہاں نحن انصار اللہ ہیں۔ ہماری اس اطاعت کی گونج مکفرین کے ایوانوں کی بنیادوں کو تائید ایزدی سے ہلا سکتی ہے جو ہمیں اطاعت امام سے حاصل ہوتی ہے۔ اب تک بے شمار خدائی انعامات کا ذرا تصور اپنے اذہان میں لایئے جو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر، جماعت اور اہل جماعت پر ہوئے ہیں اور اس کے دلکش اور محبت سے بھرپور سلوک کا مزا لیں۔ اور اس رحیم و کریم خدا کا شکر کرتے ہوئے مزید فضلوں۔ میں اضافہ دیکھتے جایئے۔ اطاعت کے معراج کو پانے کے لئے امام وقت کی ہاں سے ہاں ملاتے رہیئے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر آمین۔

آرزوئے ناتمام

لطف الرحمٰن محمود

کاش میں ایک مصوّر ہوتا
اور تیری تصویر بنا کر مرتا
مانگ کر مہر و ماہتاب سے آنکھ کا نُور
تیرے پاؤں پہ تصدُّق کرتا

بنتِ عمرانؑ کی عفّت کا تقدُّس
وادیٔ نیل کی نسواں کا جلال
ارضِ یُونان کے پری زادوں کے خدوخال
کوہسرِ اخضر☆ کی حسیناؤں کی قامت کا کمال
مستیٔ بادۂ چشمِ غزالانِ بنگال
خطۂ ہند کے خُوباں کا وہ بے مثل جمال
جس سے اُڑ جائیں اپسراؤں کے بھی ہوش
ان عناصر کو میں یوُں یکجا کرتا
کہ تیرا پیکرِ انوار اُبھرتا!

پر میری جاں میں ایسا مصوّر تو نہیں
کاش میں اک اچھا سا شاعر ہوتا
اور لکھ سکتا تیری شان کے شایاں اک غزل

کاش میں اک آمرِ مُطلق و جابر و قاہر ہوتا
یعنی کہ صاحبِ تاج و تخت و افسر و لشکر ہوتا
اکنافِ دوعالم سے جمع کر کے ہزاروں معمار و مزدور
اُنہیں کہتا کہ بناؤ اِک اور تاج محل
پھر کر لیتا میں یہ سودا مسلّط سر پر
کیخسرُو دِوَوراں ظلِّ سُبحانی کی طرح
چلتا مرا دستِ سخا جمنا کی روانی کی طرح
خرچ کر دیتا سب اموال کو پانی کی طرح
یہاں پہنچا تو بکھرا مرا رُوح پرور خواب
اِک بے سروپا جھوٹی کہانی کی طرح
دفعتاً یاد آ گئی مجھ کو میری اوقات
مثلِ صاعقۂ طُور کھلا مجھ پہ یہ رازِ حیات
قصصِ عشق و محبت ہیں امیروں کی کرامات
جن کا مامن و مسکن ہیں قصور و محلات
غریبوں کی محبت ہے فقط مرگِ مفاجات
انصاف!
اے مالکِ ارض و سمٰوات!!

☆ کوہسرِ اخضر: کوہِ قاف کا دوسرا نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

7 فروری 2009ء
ٹورانٹو، کینیڈا

جنابِ محترم! المکرّم بارک اوباما، صدر امریکہ!

خداوند کریم کی سلامتی اور برکت آپ پر ہو!

سب سے پہلے میں آپ کو آپ کے عظیم الشان اور تاریخی انتخاب پر تہِ دل سے مبارکباد دینا چاہتی ہوں۔ جب سے آپ اس عہدہ پر متمکّن ہوئے ہیں، اس وقت سے میں آپ کیلئے دعا کر رہی ہوں کہ خدا تعالیٰ اس انتخاب کو امریکہ کیلئے خصوصاً اور ساری دنیا کیلئے عموماً بابرکت اور خیر و بھلائی کا موجب بنائے۔ وہ آپ کو زندگی صحت عطا فرمائے تا کہ آپ زیادہ سے زیادہ دنیا کی بھلائی کیلئے عظیم کارہائے نمایاں بجالاسکیں۔ نیز وہ آپ کو اپنے اعلیٰ عہدہ کے فرائض کو عمدگی سے بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ یقیناً خدا کی طرف سے ہی تمام توفیق حاصل ہوتی ہے۔

اس سے پہلے کہ میں مزید آگے بڑھوں، مناسب سمجھتی ہوں کہ اپنا تعارف کروادوں۔ میرا نام، آپ کے نام سے کافی حد تک مشابہت رکھتا ہے۔ میرا نام مبارکہ بیگم ہے۔ اور آپ کا اسم گرامی بھی، معلوم ہوتا ہے، اسی مادہ سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب 'مبارک' اور 'بابرکت' ہے۔ پس اس طرح ہم ایک طرح سے ہمنام بھی ہیں۔ بہر حال، میں ٹورانٹو کے پاس شہر 'وان (Vaughan) میں رہتی ہوں۔ میں پچھلے پچیس سال سے کینیڈا میں مقیم ہوں اور یہاں میرے بچے اور بچوں کے بچے آرام وسکون سے رہتے ہیں۔

امریکہ ایک عظیم ملک ہے اور اس لحاظ سے، اس کے صدر کے بھی عظیم فرائض ہیں۔ امریکہ کا نام دنیا کے تمام ممالک میں سے سرِ فہرست ہے اور ہر زبان اور ہر دل اس کی برتری کا ثنا خواں ہے۔ یہ دنیا کا سب سے طاقتور اور بارعب ملک ہے۔ اس مرتبہ اور بلند دنیوی مقام کے مدِّ نظر امریکہ کا ہر فعل اور اس کے صدر کا ہر قول وعمل نہایت اہم اور اثر انگیز ہوتا ہے۔ اگر صدر چاہے تو امن کی نوید دنیا کو سنا سکتا ہے اور اگر چاہے تو جنگ کی دھمکی بھی دے سکتا ہے۔ گویا کہ اس دنیا میں امن امریکہ کے صدر کے ساتھ (ایک حد تک) وابستہ ہے۔ چنانچہ تمام دنیا اب یہ امید لگائے بیٹھی ہے کہ آپ کے انتخاب کے بعد دنیا میں امن کی نئی داستانیں لکھی جائیں گی۔ اور دعا بھی یہی ہے کہ بین الاقوامی حالات جنگ کی نوعیت تک نہ پہنچیں۔ اس وجہ سے، اب وقت ہے کہ دلوں پر پیار، محبت، اخوت اور اعلیٰ اخلاق سے قبضہ کیا جائے نہ کہ دشمنی، بداخلاقی اور ظلم سے۔

آج اگر دنیا میں بلند مقام و مرتبہ رکھنے والے سربراہ اور لیڈر اپنے قول وفعل سے محبت اور قوتِ برداشت کے اعلیٰ نمونے قائم کریں گے، تو دیکھا دیکھی عوام الناس بھی اس قسم کے مظاہرے کرنے لگیں گے۔ اگر آج آپ جیسے طاقتور سربراہ اس ماٹو (motto) پر چلیں گے کہ 'محبت سب کیلئے، نفرت کسی سے نہیں' تو یقیناً ہم دیکھیں گے کہ نہ صرف عوام اس ماٹو کے تحت اپنی زندگیوں کو تبدیل کر دیں گے، بلکہ دوسرے سربراہ بھی اسی اصول پر اپنی حکومتیں چلائیں گے۔ اور اس جائے فنا میں حسین معاشرہ، جنت کا نمونہ، بخیر وخوبی قائم ہو جائے گا۔ اگر خداوند چاہے!

فتح عظیم بھی یہی ہے کہ خلق کو بھائی چارہ، وسعتِ حوصلہ، آزادیٔ مذہب، آزادیٔ خیال، اور رحم کے سلیقے سکھائے جائیں۔ جن کے سیکھنے سے خود بخود ہر انسان اپنے بھائی کیلئے رحم اور عفو اور درگزر کے جذبات بھرپور جوش کے ساتھ دل میں پیدا کرے۔ اور جن اصولوں پر عمل کر کے ہر دل کا حال یہی ہو کہ:

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

جب یہ احساسات ہر دل میں کروٹیں لیں گے، جنگ وجدال کا سلسلہ خود ہی نیست ونابود ہوجائے گا۔ اس کا نام ونشان مٹ جائے گا اور ہر ملک میں ہر شہر میں، ہر قصبہ میں، ہر محلّہ ہر گھر میں، اور ہر دل میں امن ہی امن ہوگا۔ اور دہشت گردی کا خطرہ تک نہ رہے گا۔ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ خدائے کریم، بزرگ وبرتر آپ کو ان اصولوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

جیسا کہ ہر ایک جانتا ہے، آج کا دور ہمارے معاشرہ کیلئے نہ صرف اخلاقی بلکہ اقتصادی حالات کے لحاظ سے بہت ہی نازک اور کمزوری کا وقت ہے۔ اخلاقی مسئلہ پر تو گزارشات ایک حد تک بیان کر چکی ہوں، لیکن مختصراً اقتصادی حالات پر بھی چند باتیں کرنا مناسب سمجھوں گی۔ چنانچہ ان اقتصادی حالات کے مدِّ نظر کئی کارکنوں کی جابیں (jobs) ختم ہو رہی ہیں اور کئی اچھے بھلے لوگ کام کرنے اور روزی کمانے سے محروم ہو رہے ہیں۔ یہ امر نہایت افسوسناک ہے کیونکہ جابوں کے ختم کرنے سے اقتصادی حالات میں مزید زوال آنے کا امکان پیدا ہوسکتا ہے۔ اگر کام جاری رکھا جائے تو اکانمی (Economy) بھی چلتی رہے گی اور ترقی کی راہیں کھلی رہیں گی۔ بہرحال اس خیال سے کہ اقتصادی حالات قومی اور انفرادی طور پر بہتر ہوں، یہ تجویز پیش کرتی ہوں کہ سڑکوں کے بنانے پر زیادہ زور دیا جائے۔ سڑکوں کی تعمیر سے اوّل تو جابوں کی زیادہ ضرورت پڑے گی، اور کئی لوگوں کیلئے معاش کا ذریعہ بھی قائم ہوگا۔ پھر دوسرے یہ کہ سڑکوں کی تعمیر سے ملکی حالت بھی بہتر ہوگی اور اس کی خوبصورتی پر اضافہ ہوگا اور دنیا میں اس کی صفائی اور حسن کے چرچے بجیں گے۔ تیسرے یہ کہ جب ملک میں زیادہ کام کیا جائے گا تو وہ ترقی کی جانب بڑھے گا۔ نیز اقتصادی حالت بھی بحال ہوگی۔ چوتھے یہ کہ امریکہ کے باسیوں کیلئے بھی سہولت ہوگی اور خراب، پرانی سڑکوں سے نجات حاصل ہوگی۔ اس سے عوام بھی خوش ہوں گے کہ ہمارا ملک ترقی پذیر ہے نہ کہ زوال پذیر۔ استعارۃً بھی سڑکوں کے بنانے میں ایک حکمت یا استعارہ یہ بھی ہے کہ اس سے ظاہر ہوگا کہ امریکہ جیسے ظاہری طور پر راستے بنا رہا ہے، ویسے ہی، باطنی طور پر بھی امریکہ مشکل حالات میں سے نکلنے کے نئے راستے بنا رہا ہے اور فلاح وبہبود کی جدید راہیں کھول رہا ہے۔ پس اس میں دوگنا فائدہ نظر آتا ہے ایک ظاہری فائدہ اور ایک باطنی فائدہ۔ امید ہے کہ اس تجویز پر عمل کرنے سے ملک کے اقتصادی نظام میں برکت پڑے گی۔ خداوند کرے کہ ایسا ہی ہو، آمین۔

آخر پر میں ایک بار پھر آپ کو مبارکباد عرض کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے آپ کے انتخاب کو بابرکت کرے اور کامرانی عطا فرمائے۔ آپ دلوں کو جیتیں پیار کے ساتھ۔ آپ ملکوں کو فتح کریں محبت کے ساتھ، نہ کہ نفرت سے۔ آپ اپنا تسلط جمائیں اعلیٰ اخلاق کے ساتھ نہ کہ خون بہانے سے۔ آپ کے کام، آپ کے اسم گرامی کی طرح مبارک ہوں۔ اور یوں ہو کہ تاریخ انسانیت کے اوراق پر آپ کے اچھے کارنامے ہمیشہ کیلئے سنہرے حروف کے ساتھ لکھے جائیں، آمین۔

والسلام

مبارکہ بیگم
(ٹورانٹو، آنٹیریو، کینیڈا)

غزل

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

پکاروں تجھے یہ اجازت نہیں ہے
کوئی اس سے بڑھ کے تو ذلت نہیں ہے!
مرے قصۂ دل سے واقف نہیں تم؟
مجھے سب سے کہنے کی عادت نہیں ہے
مجھے ستر پوشی کو بس ہے ردا اک
میرے پاس تو کوئی خلعت نہیں ہے
سجاتی تو ہوں مسکراہٹ لبوں پر
مگر غم چھپانے کی طاقت نہیں ہے
میں ادنیٰ سی خادم ہوں اہل زمیں کی
مگر یہ نہیں میری عزت نہیں ہے!
محبت کے جذبے عیاں ہو گئے سب
مجھے تو کسی سے بھی نفرت نہیں ہے
دلِ ناتواں ! طنز کچھ ہنس کے سہہ لے
کہ اتنی بھی کیا تجھ میں وسعت نہیں ہے؟
مدینے کی گلیوں کو جانا ہے اب تو
مجھے گھر کو جانے کی فرصت نہیں ہے
نہیں دنیا والوں نے عظمتؔ کو جانا
یہ نادان ہو ' بے مروت نہیں ہے

نظم

محمد مقصود احمد منیبؔ

اتنا زخمی کیسے دکھاتے دل
روشنی کے لئے جلاتے دل
ہم جو محفل میں گنگنا دیتے
سننے والوں کے پھٹ ہی جاتے دل
ہجر بھی اک طرح کا میلا ہے
کیسے پاتے اگر گنواتے دل؟
رُوح اور جسم کی تو قبریں ہیں
مر کے جائے گا کس کے کھاتے دل
گھر بناتے تو کس کی یادوں سے
دل ہی دل میں کہیں بساتے دل
روشنی ہے، لہو کی خوشبو ہے
اَور کس چیز سے بناتے دل
جگ یہی ہے یہی ہے جگیاسا
جیت جاتے! اگر ہراتے دل
تم اگر ہم سے گفتگو کرتے
کھول کر ہم تمھیں دکھاتے دل
ہم بھی جینے کی آرزو کرتے
تم بھی دل سے اگر ملاتے دل

مرضیِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ

(نبی پاک محمد مصطفیٰ ﷺ کی ایک حدیث میں مذکور واقعہ کا منظوم بیان)

محمد ظفراللہ خان ۔ فلاڈلفیا

اک روز مرے شافعِ محشرؐ نے یہ دیکھا
اک قبر پہ مصروفِ فُغاں تھی کوئی عورت
اولاد کی رحلت کا الم تازہ لگا تھا
تقدیرِ ازل سے اُسے ہر پل تھی شکایت
شکوے جو سُنے اسکے تو بولے مرے آقاؐ
کر صبر، کہ ہو مورِدِ صد لُطف و عنایت
ہر جان امانت ہے اُسی حُسنِ ازل کی
اتنی نہ بڑھا اپنے الم کی یہ حکایت
قابو نہ رہا خود پہ اُسے، سُن کے یہ ارشاد
بولی کہ نہیں سہل کچھ اس درد کی شدت
محرم ہے وہی شخص مرے حال کا، جس پر
اولاد کے چِھن جانے کی ٹوٹی ہو قیامت
یہ بات سُنی اسکی تو سرکارِ دو عالمؐ
کرنے لگے اِس طور اُسے ضبط کی تلقین
تُو ایک کے چھن جانے پہ گریاں ہے، مگر یاں
کی سات جگر گوشوں کی اِن ہاتھوں نے تدفین۔

نماز میں لذت وحلاوت کے حصول کے لئے دعا

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد
arshimalik50@hotmail.com

اے خدا میں اندھا ونا کارہ و بدذوق ہوں
تیری الفت کی حلاوت سے نہیں ہوں آشنا
ہاں مگر سنتا ہوں میں جب بھی ندا
تو تھکے قدموں سے آتا ہوں ترے دربار میں
بے دلی سے سر جھکاتا ہوں تری سرکار میں

....

دل میں رہتا ہے خیالوں کا ہجوم
گھیر لیتی ہے مجھے بادِ سموم
بے حضوری سی ہے کیوں تیرے حضور
کیوں نہیں ملتا مجھے لطف و سرور
عادتاً یہ فرض کرتا ہوں ادا
لذتِ گریہ سے ہوں نا آشنا

....

اے خدا میری سعی پر کر نظر
کر ہرا بے رنگ کوشش کا شجر
ہو عطا اس پیڑ کو کوئی ثمر
دل پہ اک شعلہ گرا دے نور کا
دیکھ لوں منظر میں کوہ طُور کا
راکھ ہوں عرشی یہ سفلی لذتیں
قرب کی مجھ کو عطا ہوں برکتیں
واسطہ ہے مصطفیٰ ﷺ کے نام کا
تھام لے اب ہاتھ مجھ ناکام کا

....

صدی سے حق پر رواں دواں ہیں

عارفہ حلیم

بہار آئی تو سوچا ہم نے
منائیں جشن بہار کیسے
بلندیوں سے کہا کسی نے
درود بھیجو سلام بھیجو نبی پہ اپنے
جو ہے محمد ﷺ طفیل جسکے
ملا تھا ہمکو ہمارا مہدیؑ
میں سوچتی ہوں ہمارا اپنا وہی خدا ہے جو ہے تمہارا
ہمارا اپنا وہی نبی ہے جو کہہ رہے ہو کہ ہے تمہارا
اسی نبی سے خدا نے اپنا کیا تھا وعدہ
کہ بعد تیرے تیری ضیاء کو پھیلائے ہر سو
جہاں میں آئیگا ایک مہدی امام مہدی
مگر جو آیا زماں کا مہدی
ستمگروں نے بچھائے کانٹے
اس طرح سے بچھائے جیسے تھے اس سے پہلے
میں سوچتی ہوں بہت ہیں پر خار حق کی راہیں
قدم قدم پر لہولہو ہیں یہ پا ہمارے
ستم ہے اس پر
جبین مسجد سے پاک کلمہ مٹا مٹا کر
یہ ابن آدم نشان حق کا مٹا رہا ہے
مگر جہاں میں گلہ ہو کس سے ہو کیا شکایت
"ہے کوئی صم"، ہے کوئی بکم"، تو کوئی عمی""
ہمیں یقیں ہے نہ کوئی ہم کو مٹا سکا ہے
نہ کوئی ہم کو مٹا سکے گا

خدا کی رحمت ہے ساتھ اپنے خدا کا فضل و کرم ہے ہم پر
ہزاروں لاکھوں سے بڑھ کے اب تو
مسیح موعودؑ کے سچے عاشق
کروڑوں اربوں میں ڈھل رہے ہیں
ہماری مائیں ہماری بہنیں ہمارے بیٹے
نئی امنگوں نئی ترنگوں سے گنگناتے
نوید سحر پہ مسکراتے
صدی سے حق پر رواں دواں ہیں
یقین محکم کے ساتھ ہر دم
رواں دواں ہی سدا رہیں گے
ہمارے ساتھی جو آج ہم میں یہاں نہیں ہیں
ہمارے قلب ونظر سے دیکھو
وہ اب بھی ہم میں یہاں کہیں ہیں
دعائیں انکو وطن سے اپنے جو بے وطن ہیں
سلام انکو جو راہ مولا اسیر ہو کر
ستم کسی کے اٹھا رہے ہیں
شہید ہو کر فلک پہ خوشیاں منا رہے ہیں
ہمارے اعلیٰ مقام راہبر خلیفہ پیارے
ہمیں یقین ہے مسیح موعودؑ کے دین کی خاطر
کسی بھی لحہ پکارا تو نے کہیں سے ہم کو
تو مال و دولت کی بات ہی کیا
ہماری ماؤں ہماری بہنوں ہمارے بیٹوں سے انکا سارا
لہو جو مانگا لہو بھی دینگے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقفِ جدید

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ جو مبارک وقفِ جدید سکیم کے بانی ہیں فرماتے ہیں:

''قربانیوں کی عید ہمیں اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ ہم خدا کی خاطر اور اس کے بعد دین کے لئے جنگلوں میں جائیں اور وہاں جا کر خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کریں۔۔۔چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح جماعت کے نوجوان اپنی زندگیاں تحریک جدید کے ماتحت وقف کرتے ہیں وہ اپنی زندگیاں۔۔۔براہِ راست میرے سامنے وقف کریں تا کہ میں ان سے ایسے طریق پر کام لوں کہ وہ۔۔۔تعلیم دینے کا کام کر سکیں۔ابھی اس ملک میں کئی علاقے ایسے ہیں جہاں میلوں میل تک کوئی بڑا قصبہ نہیں وہ جا کر کسی ایسی جگہ بیٹھ جائیں اور۔۔۔لوگوں کو قرآن کریم اور حدیث پڑھائیں اور اپنے شاگرد تیار کریں جو آگے جگہوں پر پھیل جائیں اس طرح سارے ملک میں'' (الفضل 6 فروری 1958)

''میری اس وقف سے غرض یہ ہے کہ۔۔۔ہمارے معلمین کا جال پھیلا دیا جائے اور تمام جگہوں پر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر۔۔۔ہمارا معلم موجود ہو اور اُس نے مدرسہ جاری کیا ہوا ہو یا دُکان کھولی ہوئی ہو اور وہ سارا سال اس علاقہ کے لوگوں میں رہ کر کام کرتا رہے۔۔۔پس میں جماعت کے دوستوں سے کہتا ہوں کہ وہ جتنی قربانی کر سکیں اس سلسلہ میں کریں اور اپنے نام اس سکیم کے لئے پیش کریں۔۔۔اگر ہمیں ہزاروں معلم مل جائیں تو پشاور سے کراچی تک کے علاقہ کو ہم دینی تعلیم کے لحاظ سے سنبھال سکتے ہیں اور ہر سال دس دس بیس بیس ہزار اشخاص کی تعلیم اور تربیت ہم کر سکیں گے۔'' (الفضل 16 فروری 1958)

''پس میں جماعت کے دوستوں کو ایک بار پھر اس وقف کی طرف توجہ دلاتا ہوں ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر وہ ترقی کرنا چاہتی ہے تو اس کو اس قسم کے وقف جاری کرنے پڑیں گے اور چاروں طرف رُشد و اِصلاح کا جال پھیلانا پڑے گا۔۔۔اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ ایک مُربی ایک ضلع میں مقرر ہو گیا اور وُہ دَورہ کرتا ہوا ایک جگہ گھنٹہ گھنٹہ دو دو گھنٹے ٹھہرتا ہوا سارے ضلع میں پھر گیا اب ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ ہمارے مُربی کو ہر گھر اور ہر جھونپڑی تک پہنچنا پڑے گا اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جب میری اس نئی سکیم پر عمل کیا جائے اور۔۔۔ہر جگہ ایسے آدمی مقرر کر دیئے جائیں جو اس علاقے کے لوگوں کے اندر رہیں اور ایسے مفید کام کریں اور یہ جال اتنا وسیع طور پر پھیلایا جائے۔۔۔اور اس کے ذریعے گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ کے لوگوں تک ہماری آواز پہنچ جائے بلکہ ہر گاؤں کے ہر گھر تک ہماری پہنچ ہو پس جب تک ہم اس مہا جال کو نہ پھیلائیں گے اس وقت تک ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔'' (الفضل 11 جنوری 1958)

''ہماری اصل سکیم تو یہ ہے کہ کم از کم ڈیڑھ ہزار سینٹر سارے ملک میں قائم کر دیئے جائیں۔۔۔تو۔۔۔ہر پانچ میل پر ایک سینٹر قائم ہو جاتا ہے۔۔۔تو ہمارے ملک کا کوئی گوشہ اِصلاح و اِرشاد کے دائرے سے باہر نہیں رہ سکتا۔'' (الفضل 15 مارچ 1958)

ان اقتباسات سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ کو دُنیا میں ایک ایسا مہا جال پھیلانے کی ہدایت دی جس سے ہر انسان کے لئے ایک مُربی مہیا کرنا مقصد تھا تا ہر ایک کو ایک ایسے نیک انسان کی صحبت میسر آ جائے جو خدا کے خلیفہ کے ارشاد پر اور اُس ہی کی نظر کے نیچے یہ اصلاح و ارشاد کے کام سرانجام دے رہا ہو۔ یہ ایک عظیم الشان کام تھا اور ہے اور ہم سب سے بہت عظیم قربانیوں کا تقاضا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

سیّد وسیم احمد

نیشنل سیکرٹری وقفِ جدید ، جماعت احمدیہ یو۔ایس۔اے۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم　　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ہوالناصر

براہِ کرم آپ ہم سے رابطہ فرمائیں!

اگر آپ نے کبھی کوئی مقالہ یا کتاب لکھی ہے یا آپ کی کوئی تصنیف شائع ہوئی ہے تو درخواست ہے کہ اولین فرصت میں ہم سے رابطہ فرمائیں۔

''ریسرچ سیل'' ایسی تمام کتب/ اخبارات ورسائل اور مقالہ جات کا ڈیٹا Data اکٹھا کر رہا ہے جو 1889ء سے لے کر اب تک کسی بھی احمدی کی طرف سے شائع شدہ ہوں۔

درج ذیل کوائف کے مطابق ہمیں فیکس یا ای میل کریں۔ اگر آپ کے پاس سلسلہ کی پرانی کتب موجود ہیں تو بھی درخواست ہے کہ ہمیں مطلع فرمائیں۔

آپ کے تعاون کا شدت سے انتظار رہے گا۔ جزاکم اللہ خیراً

ضروری کوائف:

کتاب کا نام:　مصنف/مرتب/مترجم کا نام:　ایڈیشن:　مقام اشاعت:

تاریخ اشاعت:　ناشر/طابع:　تعداد صفحات:　سائز کتاب:　موضوع

برائے رابطہ فون نمبرز:

منصور احمد نورالدین: موبائل 00923007713440، آفس: 0092476215953

بدرالزمان: 00923437735907

فیکس نمبر: 0092476211943

ای میل: tahqeej@yahoo.com , tahqeeq@gmail.com

ayaz313@hotmail.com

ریسرچ سیل